جملہ حقوق باضابطہ محفوظ ہیں

قال اللہ تبارک وتعالیٰ

ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید

سلسلۂ اشاعت اعلام یادگار خطاب سلطان العلوم

اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہ

www.KitaboSunnat.com

سوانح حضرت ابوذر غفاری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس میں اصول فلسفہ تاریخ وعلم النفس والاجتماع کی مدد سے حضرت ابوذر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عجیب وغریب حالات قلمبند کر کے ساتھ اخلاقی نتائج کا درس بھی نہایت موثر پیرایہ میں دیا گیا ہے

اثر خامہ

عالیجناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی فاضل دیوبند

مؤلف کائنات روحانی استاد دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

مرتبہ

دار المؤلفین مطبع قاسمی دیوبند

شائع کنندہ

کتب خانہ قاسمی تجارتی دیوبند

... دہلی میں چھپا

قیمت ۱۲/ عمر

OF ISLAM... 14143 No. ...14.6.2 UNIVERSI...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انتساب

دار المؤلفین مطبع قاسمی دیوبند سلسلہ اشاعت العلوم بیادگار
خطاب سلطان العلوم اعلیحضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہ کے
دوسرے نمبر سوانح حضرت ابوذر غفاریؓ کو بصد خلوص و ادب
حضرت ظل سبحانی نظام الملک آصفجاہ سابع نواب میر عثمان علیخان
بہادر تاجدار سلطنت آصفیہ ادام اللہ سلطنتہٗ و ایامہ کے اسم مبارک
کی طرف منسوب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

عقیدتمندان بارگاہ خسروی
ارکان دار المؤلفین
مطبع قاسمی دیوبند

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ"

الحمدُ للہِ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ - اما بعد

واقعات، وسوانح، جو کچھ بھی اس عنوان کے تحت میں درج کئے جائیں گے، ان کا زیادہ ترحصہ اصابہ اسد الغابہ استیعاب طبقات ابن سعد وغیرہ سے ماخوذ و مستنبط ہوگا، کہیں کہیں بعض باتیں صحاح اور دیگر کتب حدیثہ سے بھی لی گئی ہیں۔

مجھے چونکہ اس مضمون میں علاوہ تاریخی بیانات کے اخلاقی نتائج کا درس دینا بھی منظور ہے، اس لئے میں بعض بعض مقاموں میں فلسفہ تاریخ" اور علم النفس والامم" کے اصول مروجہ سے مدد لیکر چند ایسی باتوں کا اضافہ کروں گا جو ممکن ہے کہ عام دماغوں کو کتب محولہ میں نہ ملیں۔ کہ اس میں نہات دقیق اور غامض قیاس و اجتہاد سے کام لیا گیا ہے۔ اسی لئے۔

ابنائے عصر و اقران کرام سے مجھے امید ہے کہ قبل کسی تجسس و امعان کے وہ الزام و اعتراض کی طرف عجلت نہ فرمائیں ع کہ در محیط نہ ہر کس شناوری داند۔

تاہم میں نے اپنے خاص خاص نتائج کو دیکھتے ہوئے ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے جو نقلی اور قیاسی بیان میں تمیز بخش سکتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

قبیلہ غفار کی جائے سکونت — مکہ مکرمہ سے جو کاروانی راستہ پہاڑوں کے دروں، اور ریگستانی بیابانوں میں ہوتا ہوا شام و فلسطین کی طرف جاتا ہے ٹھیک اسی شاہراہ کے کسی ایک سمت میں غفار بن ملیل بن ضمیر بن بکر بن کنانی اللنسل[۱]

[۱] کنانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پندرہویں پشت میں واقع ہوتے ہیں۔ اور انہیں پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں۔ وسیاتی التفصیل ۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب تھے، کی اولاد غفار کے نام سے بسی ہوئی تھی۔[1]

غفاریوں کے اخلاق و عادات

قریش کے رحلۃ الصیف کا ایلاف و شوق[2] انھیں پہاڑی سڑکوں کی پشت پر پورا ہوتا تھا آئے دن قریشی تاجروں، عربی ساہوکاروں کے ہزاروں اونٹ عرب کی مخصوص پیداواروں سے لدے ہوئے شام کی طرف جاتے تھے۔ اور وہاں سے شامی غلے، رومی دولتوں کے انبار عرب لاتے تھے خیال کیا جاتا ہے کہ جوں جوں بازنطینی حکومت شام میں اپنے قدم جما رہی تھی۔ عربی تجارت کو خاصی ترقی ہوتی رہی۔ غسانیوں کی پشت پناہی میں رومی درباروں تک عرب کی بخوبی گذر ہوتی تھی۔ اُن کے لئے ان ملکوں میں ہر طرح کی آسانیاں مہیا ہوتی رہیں۔

قیاس کا مقتضیٰ ہے، کہ عرب کی اُن تجارتی ترقیوں پر راستے کے قبائل و اعراب کی للچائی ہوئی نگاہیں پڑنے لگیں۔ اور رفتہ رفتہ اس معاملہ نے یہ صورت اختیار کی کہ غفار کے جوشیلے بہادر نوجوانوں سے نہ رہا گیا پھر جیسا کہ جہالت و افلاس اور شجاعت کے مجموعی جذبات و قوی کا تقاضا ہے۔ غفاریوں کے ہاتھوں سے دامن صبر چھوٹ گیا۔ گذرنے والے قافلوں پر انھوں نے ڈاکہ زنی شروع کر دی۔ بیچارے راہ گیر وغریب مسافروں کو لوٹنے لگے۔

اس کے بعد یہ ناممکن تھا، کہ ان کی غارت گری اسی حد تک آکر ٹھیر جاتی، ہر جرم دوسرے جرم کا مقدمہ ہے "علم النفس کا ایک مشہور و مسلم قانون ہے"، ضمیر کے خلاف جس وقت ایک کمزوری بھی سرزد ہو جاتی ہے تو یہ مشکل ہے کہ آئندہ اب اس کی انسداد ہو سکے گی۔ بلکہ بجائے اس کے بسا اوقات بے باکی بہت زیادہ دردناک ہو جاتی ہے! غفاریوں کو کیا معلوم تھا کہ راہزنی کے بعد انھیں اردگرد کے قبیلوں کے ریوڑ بھی تاخت و تاراج کی دعوت دیں گے، حتیٰ کہ ایسا ہی ہوا۔ اور غفاری ڈاکوؤں کی ایک جماعت تھی۔ جو صبح

---

[1] بخاری۔ طبقات ابن سعد ج ۴ صفحہ ۲۹۱، ۱۲ [2] قریش اپنے ملک سے تجارت کی غرض سے دو موسموں میں نکلا کرتے تھے گرمیوں میں ان کا سفر شام و بُصریٰ کی طرف ہوتا تھا۔ اور اس کا نام رحلۃ الصیف تھا، اور سردیوں میں وہ مناذرہ کے مرکزی شہروں کی طرف یمن وغیرہ میں ہوتے تھے عراق میں پھیل جاتے تھے اور اس کا نام رحلۃ الشتاء تھا۔ قرآن مجید نے ان کے دونوں سفروں کا ذکر کسی خاص مناسبت کے ساتھ کیا ہے۔ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صادق کی اندھیریوں میں اکثر قبیلوں پر چھاپے مارتی۔ چراگاہوں پر دھاوے کر کے ان کے اونٹوں کو ہکالاتی۔

غفار کا شہر حرام کی تحلیل

اور آہ کہ اگر اسی پر بس ہو جاتا تو ایک حد تک غنیمت تھا، لیکن یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ جب عیش پرستی اور مال اندوزی کے ناپاک جذبات کا بھوت روحوں اور دلوں پر مسلط ہو جاتا ہے تو انسان پھر انسان باقی نہیں رہتا۔ اس کے دل و دماغ پر مہر لگ جاتی ہے۔ پھر وہ نہ حقوق اللہ کی پرواہ کرتا ہے اور نہ خلق اللہ کی زبان ملامت اسے روک سکتی ہے۔ حرص و ہوا کے دیوتاؤں نے ہمیشہ روحانیت کی دیواروں کو معمورۂ دل سے ڈھا کر برباد کیا ہے حتی کہ احساس عزت و خودداری بھی معطل ہو جاتے ہیں۔ بنی آدم اپنی ہستی آپ فراموش کر بیٹھتا ہے۔ اسے بالکل خیال نہیں ہوتا۔ میری حرکتوں پر دنیا کیا کہے گی۔ خدا کو کیا جواب دوں گا۔

بعینہٖ یہی بدحالی بھی ابتری، غفاریوں پر اخیر میں طاری ہوئی کہ اب تک وہ کچھ بھی کر رہے تھے۔ عرب کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی۔ اور ایک حد تک ایام جاہلیت کی بین الاقوامی قانون کے اعتبار سے یہ امر چنداں شنیع بھی نہ تھا۔ لیکن اب ان کا قدم اور زیادہ تیز ہوا۔ کہ اشہر حرم[1] کی تعظیم و تکریم جو عرب اور تمام عرب کے

---

[1] مستنبط از طبقات ابن سعد و صحاح ۱۲ منہ [2] اشہر حرم چار ہیں جن کی ترتیب صحیح روایات کے اعتبار سے یہ ہے۔ رجب مضر ذیقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم۔ رجب کو رجب مضر اس لئے کہتے ہیں کہ ربیعہ کی نسلیں بجائے رجب کے رمضان کا احترام کرتی تھیں! اوائل عرب ان مہینوں میں قتال نیز ریخت و تاراج کو حرام سمجھتے تھے۔ حتی کہ اس کی پابندی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ اگر ان مہینوں میں کسی کے سامنے اس کے باپ کا قاتل بھی آجاتا تو قتل و قتال تو کجا برا بھلا کہنا بھی روا نہیں رکھتے تھے۔ بعد کو جب عرب میں ملۃ ابراہیمیہ کی جانب سے لاپرواہیاں ہونے لگیں۔ تو احتیاط میں کمی ہونے لگی حیلے اور بہانے کی بنا پڑی مثلاً اگر محرم میں ان کو لڑنا منظور ہوتا تو محرم کی حرمت صفر میں منتقل کر دیتے۔ اگر اس میں بھی فرصت نہیں ملتی تو ربیع الاول اس بار عظیم کا حامل قرار پاتا و ہکذا حتی کہ اخیر میں کلیہ ہو گیا کہ حرمت صرف سال کے چار مہینوں میں ہے تخصیص کی قید لغو ہے۔ مگر اس میں بھی انہیں دقت ہونے لگی۔ ۱۲ مہینے جلد جلد ختم ہو جاتے تو پھر سال میں اضافہ شروع ہوا۔ کوئی سال تیرہ مہینہ کا اور کوئی بارہ کا الی غیر ذلک۔ ان تحریفات کا اثر موسم حج پر بھی پڑتا تھا۔ حتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۹ھ میں جب حج کیا ہے تو ذیقعدہ کا مہینہ تھا۔ اخیر میں جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج ۱۰ھ میں کیا تو ذی الحجہ کا مہینہ تھا جو ٹھیک موسم حج تھا۔ اسی بنا پر آپ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا۔

الا ان الزمان لقد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السمٰوات والارض (صحاح)	جس وقت خدا نے آسمان و زمین پیدا کئے تھے زمانہ کی جو ہیئت اس وقت تھی اسی پر آج پھر گھوم کر آ گیا۔

قرآن مجید نے بھی ان مہینوں میں فساد و ظلم سے منع کیا ہے مگر بالاتفاق مقصود یہ ہے کہ ان مہینوں میں ارتکاب جرائم میں زیادہ برائی ہے ورنہ یوں تو گناہ گناہ ہے اور ہر آن میں ہے۔ یہ بجنسہٖ ایسا ہی ہے جیسا کہ حرم کو ایک خاص خصوصیت ہے کہ قبح اس میں زیادہ شدید ہوتا ہے۔ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک خواہ وہ کسی صورت کے ساتھ ہو ایک مذہبی روایت قومی خصوصیت کی صورت میں مسلم تھی۔

مگر ان دنیا پرستوں نے میرے خیال کے اعتبار سے محض اس لئے کہ ان چار مہینوں کے قافلے ہاتھوں سے بلا وجہ ضائع ہو جاتے ہیں متفق ہو کر یہ قانون پاس کر لیا۔ کہ شہر حرام کی تمام احکام و رعایات ایک بے معنی مذہبی ڈھکوسلے ہیں جس میں علاوہ قدامت پرستی کے بڑی خرابی یہ ہے کہ ایک عظیم نقصان جو کسی طرح قابل برداشت نہیں غفاریوں کو اٹھانا پڑتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ محض اس عقیدہ کی وجہ سے ہماری رفاہیت تو میہ افلاس و مسکنت کی شکل بن جائے۔

الغرض قبیلہ غفار نے شہر حرام کی حرمت کو حلال کر کے پھر وہ کھیل کھیلے کہ معاذ اللہ، عرب کی سب سے بہادر قوم قریش بھی ان کی ترکتازیوں سے دبنے لگی۔ انھیں ہر موقعہ پر باوجود سید الاقوام ہونے کے ان کی رعایت کرنی پڑتی تھی[۱]

آپ کی ولادت اور نام و نسب

غفاریوں پر اسی قسم کے طغیان و تمرد کے بادل چھائے ہوئے تھے کہ عین انھیں دنوں میں جنادہ بن کعب بن صعیر بن الوقعہ بن سفیان بن حرام بن غفار کے گھر رملہ بنت ربیعہ کے بطن سے جو ایک غفاریہ خاتون تھیں وہ سعید لڑکا پیدا ہوا کہ جس سے زیادہ سچی زبان والے انسان کو زمین نے اپنی پشت پر کبھی نہیں اٹھایا[۲] اور نہ آسمانوں نے اس سے زیادہ اصدق ترین لہجے رکھنے والے کو اپنے آغوش ظلال میں پالا[۳] اور جو اپنے عیسوی تقویٰ و ورع کی وجہ سے آخر میں مسیح الامۃ کے نام سے ملقب کئے جانے کا یقیناً مستحق ہے۔

ماں باپ نے آپ کا نام جندب[۴] رکھا۔ اور اسی نام کی وہ پیاری تفسیر ہے جسے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے "یا جندب"[۵] کے مشفقانہ خطاب میں استعمال فرمایا ہے۔ ابوذر آپ کی کنیت ہے۔ عام طور سے آپ اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہوئے۔

ایام جاہلیت کے ابتدائی حالات و سیر

یہ بالکل ناممکن ہے کہ انسان جس قوم میں پیدا ہو ان کے عادات و اطوار کے پرتو اس پر نہ پڑیں الا ماشاء اللہ۔ غفار ایک غارت پیشہ، راہزن قوم تھی۔ تو کوئی تعجب نہیں، اگر حضرت ابوذر غفاری میں

---

۱ ماخوذ از بخاری ۱۲ ۲ اصابہ صفحہ ۱۱۳ ج ۷۔ ۱۲ ۳ یہ نص نبوی ہے جیسا کہ عنقریب آپ کے مناقب میں اس کی تفصیل آتی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی کما سیاتی ۱۲۔ ۴ بعضوں نے آپ کا اصلی نام بریر بتایا ہے اور ممکن ہے کہ یہ بھی ہو کیا ایک آدمی کے دو نام نہیں ہوتے۔ ۱۲ ۵ ابن ماجہ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ان کے عادات و خصائل پیدا ہوتے، اور بالآخر یہی ہوا جب کچھ جوان ہوئے تیر و کمان سنبھالنے کی صلاحیت پیدا ہوئی۔ دست بازو نے تلوار کے قبضہ کی طرف اشارہ کیا۔ اُٹھے، اور جا کر قافلوں کو لوٹ لیا۔ ریوڑوں کو بھگا لائے۔ اور فطری شجاعت نے اُن کو اور بھی زیادہ جری بنا دیا تھا۔ کبھی کبھی زیادہ ولولہ اٹھتا۔ تو تنِ تنہا ڑاتوں کو قبیلوں پر جا پڑتے، اور عرب کے بہادر گلہ بانوں کو للکار کر تہ تیغ کرتے ہوئے اونٹوں کو بھگا کر اکیلے اپنے قبیلہ تک لے آتے۔ کبھی خیال گذرتا، تو گھوڑے کی پیٹھ پر بلا کسی رفیق کے کاروانوں کو جا کر لوٹ کھسوٹ لیتے تھے[۱]۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے۔ ان کا حملہ جب پیادہ پا ہوتا تو عجیب چستی و چالاکی سے قافلوں میں گھستے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ ایک بپھرا ہوا شیر بکریوں میں جا پڑا ہے[۲]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اپنی اس قزاقانہ مساعی پر قوم کے بزرگوں سے خوب خوب دادیں ملیں اور چونکہ جوان طبیعتوں کی اشتعال پذیری کے لئے اس سے زیادہ مؤثر اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے انھوں نے راہزنی میں نمایاں حصہ لینا شروع کیا ہوگا اس معاملہ میں بہ نسبت اور لوگوں کے ان کی درازیاں حد سے گذر گئیں ہوں گی۔

راہزنی سے توبہ

اور میرے نزدیک یہی زیادتی شاید ان کے لئے مفید ہوئی کہ یقیناً ان سلیم فطرت بچوں کے مسلسل شور و بکا، عورتوں کی گریہ وزاری سے اخیر میں متاثر ہوئی۔ ناممکن ہے کہ ڈاڑیں مار مار کر بیچاری عورتیں ان کے قدموں پر روز و شب تڑپتیں۔ اور وہ دل جو قدرت نے ان کے سینے میں ودیعت فرمایا تھا ان سے نہ پگھلتا۔

آخر پگھلا، پسیجا، کہ آپ پر اصلی فطرت غالب آگئی۔ اور صحبت کے برے آثار جو طبیعی نہ تھے مقہور ہوگئے آپ کو اپنی ان ظالمانہ حرکتوں پر سخت ندامت ہوئی۔ عقل نے بھی اندرونہ دل میں رافت و رحمت کی بوندیں ٹپکائیں۔ اور اخیر میں یوں سمجھوا کہ وہ جو ہمیشہ گرتوں کو سنبھالتا۔ اور ڈوبتوں کو ترا تا ہی مردے سے زندوں کو اٹھاتا ہے۔ اسی کا دست کرم ظاہر ہوا۔ اور کھل گیا کہ یہ جو کچھ ہے حرص کی غلامی اور ہوا و ہوس کی پرستاری ہے۔

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۴ صفحہ ۱۶۳ ۱۲ [۲] ماخوذ از طبقات ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادہر خیالات میں یہ انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ تشر خیبر کے دریا کو جنبش میں لے آیا کہ اس کے بعد ہی جیسا کہ ہر تائب کو توبہ کے بعد ہوتا ہے کہ جرائم و معاصی کی مفصل فہرست سامنے آنکھوں کے کھل گئی۔ گذشتہ تعدیوں خونریزیوں کے خیال نے ہوش اڑا دیئے۔ آخرت کے خیال نے دل میں ہل چل ڈال دی۔

اسلام سے پہلے عبادت خدا کا خیال عرب مشرک ضرور تھے دیوتاؤں اور دیویوں پر انھیں یقیناً بھروسہ تھا اور غفار بھی ان کے تمام اعمال ضلالت خبث میں ان کے دوش بدوش تھے، لیکن قرآن و حدیث ایام و اشعار کی تتبع سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو انھوں نے سرے سے بھلا نہیں دیا تھا، اگر ہم کہیں کہ وہ اپنے تمام معبودوں میں خداوند تعالیٰ کو سب سے بڑا سب سے زیادہ قدرت و حکمت والا مانتے تھے تو کبھی بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ بتوں کو انھوں نے محض سفارت و شفاعت کا عہدہ دے رکھا تھا۔ اپنی معمولی حاجات یا صرف دنیوی ضروریات کو ان کے آگے پیش کرتے تھے۔ ورنہ اگر کوئی امر مہم پیش آجاتا۔ تو اس وقت ان کی پیشانی بھی خدائے واحد ہی کے آگے جھک جاتی تھی۔

فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین له الدین فلما نجاھم الی البر اذا ھم یشرکون

جب کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں تو خدا کو سچے دل سے پکارتے ہیں پھر جب خدا انھیں خشکی کی طرف نکال دیتا ہے تو وہی شرک کرنے والے بن جاتے ہیں

سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ بعض قبیلوں کے دلوں میں تو ان بتوں کی چنداں وقعت بھی نہ تھی کھجوروں کے بت کو قحط کے ایام میں عربوں کا چٹ کر جانا ان کی دلی تکریم کی پوری تشریح کرتا ہے۔

بہر کیف وہ خداوند تعالیٰ کو ضرور مانتے تھے۔ اور سب سے بڑا معبود مانتے تھے۔ اپنے اہم معاملات میں اس کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ علی الخصوص جب کہ کوئی اخروی و دنیوی ضرورت ہو۔

اور اسی بنا پر میرا قیاس ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چونکہ اپنی عاقبت[1] کی بدانجامی کا خوف روز بروز بہت زیادہ شدت پذیر ہوا۔ تو مضطرب ہو کر انھوں نے بجائے اساف و

[1] آخرت کا خیال اکثر عربوں میں موجود تھا۔ البتہ ایک روشن خیال طبقہ تھا جو ان چیزوں کو اساطیر الاولین (پہلوں کی داستانیں) اور "افک قدیم" (پرانا جھوٹ) کہہ کر لغو قرار دینے کی کوشش کرتا تھا تاہم دل سے وہ بھی مقر تھے۔ ۱۲ منہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نائلہ لات وعزیٰ کے یہی رائے قائم کی کہ میرا جرم عظیم ہے میں نے سیکڑوں بیکسوں، مسافروں، بچوں، اور عورتوں کو بے دردی کے ساتھ ستایا ہے۔ اس لئے اب مجھے اپنی عمر کا باقی حصہ کیلئے خدا کی عبادت و پرستش میں گذار دینا چاہئے۔ ممکن ہے کہ یہی عبادت گذشتہ معصیتوں کی کفارہ ہو جائے، اس خیال کا رنگ آپ پر اس قدر گہرا ہو کر چڑھا۔ کہ بغیر کسی تعلیم وارشاد کے خود اپنے جی سے عبادت کی کچھ صورت مقرر کر لی کہ صرف دل کی پشیمانی اور اس کی تعلیم داقرار الوہیۃ سے عبادت کی حقیقت مکمل نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ فطرت سلیمہ بشریہ کا تقاضا ہے۔

خود فرماتے ہیں۔

ولقد صلیتُ یا ابن اخی - قبل ان القی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث سنین (طبقات وصحیح مسلم)

میرے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے سے دو سال پہلے نمازیں پڑھتا تھا۔

راوی نے پوچھا کہ آپ کس کی نماز پڑھتے تھے؟ (کہ اس کو عرب کی شرک وضلالت کو دیکھتے ہوئے نماز کا نام سن کر تعجب ہوا) تو آپ نے فرمایا۔ کہ للہ (خدا کے لئے)

اس نے پھر پوچھا کہ تو کس طرف رخ کر کے پڑھتے تھے۔ جواب میں فرمایا۔

حیث یوجهنی اللہ۔

جدھر اللہ تعالیٰ جھکا دیتے تھے۔

اور اخیر میں تو گذشتہ اعمال وافعال کی ژاژخائی دیکھ دیکھ کر اس درجہ آپ پر خشیہ مسلط ہوئی کہ تعجب ہوتا ہے۔ خود بیان کرتے ہیں۔

اصلے عشاء حتی اذا کان اخر السحر القیت کانی خفاء حتی تعلونی الشمس۔

(صحیح مسلم وطبقات)

عشاء کی نماز کے لئے کھڑا ہوتا۔ اور کھڑا رہتا، یہاں تک کہ جب پچھلی رات بھی ختم ہونے کے قریب ہوتی۔ تو اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیتا اور اس طرح پڑا رہتا کہ گویا کپڑا پڑا ہوا ہے حتی کہ مجھ پر دھوپ چڑھنے لگتی تھی (رو تا تھا)

الغرض چند ہی دنوں میں۔ حضرت ابوذر غفاری کا رنگ ہی دوسرا ہو گیا۔ راہزنی کے تمام دلولے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاخت وتاراج کے جوش وخروش یکایک ٹھنڈے پڑ گئے۔ صبح وشام اپنی فرضی عبادت میں محو رہتے۔

ترک وطن ایسا خیال ہوتا ہے کہ بنی غفار پر آپ کی اس اجنبی حالت کا خاص اثر ہوا ہوگا۔ اولاً تو ان باتوں کو وہ ایک جنون و دیوانگی سمجھتے ہوں گے۔ ثانیاً ان کو اپنے قوم کے ایک بڑے بہادر کی کمی کا خیال بہت گراں گذرا ہوگا۔ پھر ساتھ ہی اس کے جیسا کہ نفس انسانی کی سلیم فطرت کا اقتضاء ہے کہ وہ اندھے کو کنوئیں کی طرف جاتا دیکھ کر چلا اٹھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وہ اس میں گر نہ جائے اسی طرح یقیناً حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن چیزوں کو اپنے روحانی احساس کے ذریعہ سے زہر سمجھ چکے تھے ان سے اپنی قوم اور برادری کے لوگوں کو روکتے ہوں گے۔ خصوصاً جب کہ ان کو اپنی قوت فیصلہ کی طاقت پر اس درجہ اعتماد بڑھا ہوا تھا کہ وہ ایام اسلام میں صحابہ کی رایوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے جس کی تفصیل آگے آتی ہے تو غالباً اس روک ٹوک کا قصہ بڑھتے بڑھتے زیادہ طول کھینچا ہوگا۔ تفصیل تو نہ مل سکی۔ لیکن گمان ہے کہ نزاع شہر حرام ہی کے متعلق ہوئی۔ اور معاملہ زیادہ نازک ہوا۔ بنی غفار آمادۂ اذیت وپیکار ہوئے حتیٰ کہ مجبور ہو کر آپ نے اس وقت ترک وطن کو مناسب سمجھا فرماتے ہیں۔

خرجنا من قومنا غفار وكانوا يحلون الحرام (طبقات وصحیح مسلم) | اپنی قوم غفار سے میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ لوگ شہر حرم کو حلال سمجھتے تھے۔

اپنی جلا وطنی کے قصہ کے درمیان میں شہر حرام کی تحلیل کو لے آنا بتاتا ہے کہ آپ کی زیادہ برافروختگی اسی مسئلہ پر تھی۔

بہرکیف آپ اپنی والدہ محترمہ اور بھائی انیس رض کو ساتھ لے کر گھر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہی بنی غفار جس کو کسی زمانہ میں ابوذر رض کے دست بازو پر فخر و ناز تھا۔ آہ کہ کس درجہ عبرت ناک نظارہ ہے کہ حق وصداقت کی حمایت کی بدولت وہ اپنے آبائی وطن کو چھوڑتا ہے۔ سچائی نے لوگوں کو اس کا دشمن بنا دیا ہے۔ اس کی تمام آبرو عزت محض اس لئے دلوں سے نکل چکی ہے کہ وہ ان کے فسق وفجور پر راضی نہ تھا۔

تاریخ کی زبان گو ساکت ہے۔ اور نہیں بتاتی۔ کہ قوم کے اسی معزز انسان پر اس کی اصلاح کے بعد کیا کچھ گذری لیکن تجربہ اور مشاہدہ تصویر تکلم ہی وہ آئے دن۔ اس کا مرقع ہمارے سامنے اس وقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کرتا ہے جب کہ مہذب ڈاکوؤں متمدن غارت گروں کی جماعت کا کوئی آدمی۔ رشوت وخیانت فریب و دغابازی کی عادتوں سے توبہ کرکے محض اپنی حلال تنخواہ پر اوقات گذارنے کے لئے تیار ہوتا ہے تو یکایک اس کی تمام تر بیدار مغزیاں انتہائی خردماغیوں کے لفظوں سے تعبیر کی جاتی ہیں۔ اگر اس سے پہلے وہ اپنے کنبے کا سب سے زیادہ ہوشمند وجوان بخت فرد تھا تو اس کے بعد قبیلے کا وہ ایک سخت احمق اور منحوس آدمی بن جاتا ہے۔

اس سے پہلے قوم کا ایک ایک آدمی اس کی عنایت پروردانہ تبسموں کا آرزومند رہتا تھا لیکن اب لوگوں کو اس کی چیخ وپکار کی پروا بھی نہیں۔ وفی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار۔

جب کہ حق وراستی کے یہ لازمی نتائج ہیں تو اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضہ کے ساتھ بھی ان کی قوم کا یہی برتاؤ ہوا۔ تو کوئی تعجب نہیں۔ غفار کے خیموں پر جوان کے بچپنے کی کھیلنے کی جگہ تھی۔ ان صحراؤں پر جوان کی شہسواری کے بازی گاہ تھے آہ کہ ان سب پر نگاہ حسرت والم ڈالتے ہوئے وہ رخصت ہو رہے ہوں گے۔ مگر امید نہیں پڑتی۔ کہ غفاریوں کا کوئی آدمی ان کو روکنے کے لئے اُٹھا ہوگا۔ اور غفاری کیا رد کتے کہ وہ تو جاہل تھے آج جب کہ تعلیم یافتوں کا یہی حال ہے تو نابجاہلاں چہ رسد۔

ماموں کے یاں آنا بہرکیف آپ کی جلاوطنی کی علت خواہ کچھ ہی ہو۔ آپ نے غفار کو چھوڑا قریب کے رشتہ داروں میں آپ کے ایک مہربان ماموں کسی دوسرے قبیلے میں اقامت گزین تھے۔ وہیں کا ارادہ کیا۔

قطع منازل کے بعد اس قبیلے میں پہونچے۔ آپ کے ماموں نے جو اپنی بچھڑی ہوئی بہن (یعنی آپ کی والدہ) کو اس غربت کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا۔ جی بھر آیا۔ بھانجوں کی تسلی کی خیمے خالی کر دیئے۔ غرض ایک ماموں سے جس ہمدردی کی امید ہو سکتی تھی وہاں آپ کو میسر آئی۔ نہایت چین واطمینان کے ساتھ رہنے لگے۔ یہاں ان کو اپنے مشغلے سے کوئی روکنے والا نہ تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ تجربوں نے آپ کو سکوت وصبر کی تعلیم بھی دی۔ کوئی نیا فتنہ بھی نہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ دن اسی طرح آرام وسکون کے ساتھ گذرے۔

ماموں کے یاں سے روانگی ماموں نے بھی آپ کی عنصر طیب اور جوہر ذاتی کو پہچان لیا۔ روز بروز ان کی توجہ زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کے ماموں کے یاں آنے جانے والے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے دل میں رشک کا مادہ پیدا ہوا۔ ان دونوں بھائیوں نے بہت سے حاشیہ نشینوں کی جگہ لے لی ان کے گھر کے کام جواب تک دوسروں کے ساتھ متعلق تھے۔ ان لوگوں کے سپرد ہو گئے، الغرض مختلف اسباب و علل نے اس مادہ کو تیز کیا۔ یہاں تک کہ رشک نے حسد کی صورت اختیار کی۔ مخالفوں کی ایک جماعت تیار ہوئی۔ جو ان کے خلاف ہر امکانی کوشش کرنے کی فکر میں مصروف رہتی تھی۔

آپ کے ماموں کبھی کبھی سیر و شکار کی غرض سے گھر سے باہر بھی جایا کرتے تھے۔ مخالفوں نے اس کو غنیمت سمجھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ سبھوں نے مل کر آکر کہا۔

کہ "جناب آپ جب باہر جاتے ہیں۔ اور گھر میں کوئی نہیں رہتا۔ تو آپ کے بھلے بچے (انیس) گھر والوں پر افسری کرتے ہیں۔ اور ہر قسم کی ابتری پھیلا دیتے ہیں، ان کی وجہ سے لوگوں کی ناک میں دم ہے"۔

آپ کے ماموں کی عنایات گو آپ کے بھائی پر نسبت زیادہ بڑھی ہوئی تھیں۔ اور شاید اسی وجہ سے شکایت کا ان پر کوئی غیر معمولی اثر پیدا بھی نہ ہوا۔ تاہم وہ آدمی تھے۔ ایک دن موقعہ پاکر انھوں نے پوچھ لیا۔ کہ بھائی انیس ایسا کیوں کرتا ہے۔؟

اس فقرے کا سننا تھا۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپے سے باہر ہو گئے۔ ایک تو اس لئے کہ وہ فطری طور پر ایک کڑے مزاج کے آدمی تھے۔ دوسرے غربت و مسافرت میں انسان کا دل بہت چھوٹا ہو جاتا ہے۔ وہ کسی کی معمولی بات کی تاب نہیں لا سکتا۔ پھر واقعہ بھی سر سے غلط، اور ممکن ہے کہ انجام کا بھی خیال آیا ہو۔ کہ اگر اسی طرح ہم لوگوں کی شکایتیں ہونے لگیں۔ تو آج تو معاملہ زیادہ خطرناک نہیں ہو سکتا ہے کہ آئندہ ہمیں اپنے ماموں کے گھر سے بے عزت ہو کر نکلنا پڑے۔

بس پھر کیا تھا۔ حسرت بھرے لہجہ میں آپ نے اپنے ماموں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے تمام گذشتہ احسانات کی نہروں کو گدلا کر دیا۔ بس اس کے بعد ہمارا اجتماع آپ کے ساتھ ممکن نہیں"۔

اور اپنے اونٹوں پر لد کر وہاں سے بھی بلا کسی توقف کے روانہ ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیچارے ماموں کو کیا خبر تھی۔ کہ محض اتنی سی بات پوچھنے سے ابوذر کا یہ حال ہوگا۔ وہ تو ہکا بکا ہوکر رہ گئے رو کہتے تھے تسلیاں دیتے تھے۔ مگر یہاں کون سنتا ہے۔ وہ وقت بھی نہایت دردناک تھا۔ جب کہ ان لوگوں کے اونٹ اس قبیلے سے نکل رہے تھے۔ خود حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے:۔

فتغطى خالنا ثوبه وجعل يبكي[1] | ماموں اپنے منہ کو کپڑے سے ڈھانک کر روتے جاتے تھے

الغرض رائی پہاڑ بنی۔ اور آپ کو یہاں سے بھی رخصت ہونا پڑا۔

مکہ کی طرف رخ کرنا مکہ معظمہ عرب کا مشہور شہر تھا۔ اپنے اپنے اونٹوں کو اسی طرف پھیر دیا۔ خاص شہر میں تو جانا آپ نے مناسب نہ سمجھا، لیکن اسی کے اردگرد کسی قریب کے گاؤں میں اتر پڑے۔ اور وہیں بود و باش اختیار کرلی۔ اس پر کچھ دن گذر گئے۔ کہ اسی عرصہ میں آپ کے بھائی انیسؓ کا جو ایک زبردست شاعر تھے۔ کسی دوسرے شاعر سے مقابلہ ہوگیا۔ انہیں اپنے اشعار کی تعریف کرتے تھے اور اسے بلند پایہ بتاتے۔ اور دوسرا اپنی شاعری کی مدح سرائی کرتا اور اسے بڑھاتا۔ الغرض اسی نوک جھونک میں شرط کی نوبت آگئی۔ بات اس پر طے ہوئی۔ کہ جو ہارے وہ اپنے ریوڑ جیتنے والے کے نذر کرے۔ ایک کاہن حکم مقرر ہوا۔ دونوں اس کے پاس حاضر ہوئے۔ خوش قسمتی سے کاہن نے حضرت انیسؓ کے موافق فیصلہ دیا۔ ان کے اشعار کو خصم کے شعروں سے بہتر بتایا حضرت انیسؓ خوش خوش اپنی ریوڑ کے ساتھ اس کی ریوڑ بھی قیام گاہ پر نکالائے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس تائید غیبی پر بہت مسرت ہوئی۔

دربار نبوی تک باریابی کے اسباب یہ وہ زمانہ تھا، کہ رافتہ سماویہ ملۃ ابراہیمیہ کے اتمام و احیاء کے لیے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقۃ قدسیہ کو انتخاب کرچکی تھی۔ حرا کا واقعہ نزول وحی بعثت کے حوادث گذر چکے تھے۔ اسلام کی تبلیغ کی آواز عشیرۃ اقربین سے گذر کر ام القریٰ میں گونج چکی تھی۔ مگر گھر گھر ابن تک دین ظاہر ملۃ غالبہ کا چرچا تھا۔ کفاروں میں اسلاف پرستی کے جذبات موجزن تھے۔ بچوں سے بوڑھوں تک اپنی خود تراشیدہ معبودوں کی تائیدوں میں سرشار ہو رہا تھا۔

---

[1] یہ تمام واقعات صحیح مسلم وطبقات سے ماخوذ ہیں ۱۲۔ سنہ میں سنے قافرانیس ا جو صحیح مسلم وطبقات کا جمعہ ہے اس کی شرح امام محی الدین نووی کی رائے سے موافق کی ہے ۔ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راہ گیروں اور مکہ میں آکر بازار کرنے والے اعراب و مسافرین کے کان کھڑے ہو چکے تھے۔ مکہ سے جو باہر جاتا۔ وہ اس کی خبر کو ہر اپنے شناسا ملنے جلنے والے کو تعجب سے سناتا تھا۔

اس عرصے میں مکہ سے کوئی مسافر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑاؤ کی طرف گذرا۔ آرام لینے کے لئے کچھ دیر شاید وہاں ٹھہرا ہوگا۔ بات میں بات پیدا ہوئی معلوم نہیں حضرت ابوذر رض کی خیالات سے اسے قبل سے واقفیت تھی۔ یا اسی وقت ان کی گفتگو سے اسے معلوم ہوا۔ کہ "آپ بھی ایک ہی خدا کے ماننے والوں میں سے ہیں" بہر کیف اس نے کہا" ابوذر! یہ تم جو کچھ کہتے ہو، مکہ کا ایک شخص بجنسہ اسی کا مدعی ہے، دعوی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کلام نازل فرمایا اور اسے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی معبود سے کوئی واسطہ نہ رکھو[۱] اس نے تو رواروی میں یہ خبر سنائی لیکن ادھر حضرت ابوذر کا دل بلیوں اچھل پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوہر مقصود کی جگمگاہٹ نے ان کے دل و دماغ کو روشن کر دیا سمجھ لیا۔ کہ وقت قریب ہے۔ دل کی بے چینی کی دوا آسمان سے اتر چکی ہے۔

سنتے ہی سنبھل کر بیٹھ گئے، اور نہایت اضطراب کے ساتھ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کرنے لگے۔

کہ اس کا اصلی وطن کہاں ہے۔ کس قبیلے کا آدمی ہے، مکہ کے کس خاندان سے اسے تعلق ہے؟

راہ گیر نے سارا نشان و پتہ بتا دیا۔ کہ وہ مکہ کا باشندہ ہے۔ اور قبیلہ قریش کے ممتاز خاندان کا آدمی ہے۔[۲]

اس قدر پوچھ کر آپ چپ ہو گئے، دل میں ایک انجذابی کیفیت تھی جو رہ رہ کر ان کو مکہ معظمہ کی طرف گھسیٹ کر لے جانا چاہتی تھی۔ لیکن کچھ اپنے بت پرست بھائی کا خیال، کچھ مشرکہ ماں کی خاطر سے دل میں اس انجذاب کو دبائے بیٹھے رہے یا جو تبلیغ کے بعد ہر ایسے دل میں خود بخود بلا کسی دلیل و حجت کے پیدا ہوتا ہے، عقیدت و الفت کا ایک دریا تھا۔ جو روح ابوذری میں جوش زن تھا۔ نہیں سمجھتے تھے کہ کیا ہے، اور کیوں ہے۔ مگر تھا۔ اور وہ اس کی ہیجان سے بے کل تھے، سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ مگر یہاں تو سعادت آپ کی پیشانی چوم چکی تھی۔ آپ کے رشد و ہدایت کا سامان آسمان پر کیا گیا تھا۔ انیس رض نے دیکھا کہ آپ

---

[۱] طبقات صفحہ ۱۶۳ ج ۴-۱۲ [۲] طبقات اور صحیح مسلم-۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے آکر کہا "بھائی جان! میں ذرا مکہ جاؤں گا" آپ ذرا اونٹوں کی نگہداشت فرمائیے گا۔ ان کے چارہ پانی کا خیال رکھیں، انشاء اللہ، تعالیٰ جلد واپس آتا ہوں"[1]

ایک آواز تھی۔ یا بجلی، جس کی رو تمام قویٰ وحواس پر آناً فاناً دوڑ گئی۔ خدا جانے حضرت ابوذر نے کیا دیکھا۔ سامنے سے کیا چیز تڑپ کر نکل گئی، مگر فوراً کچھ سوچ کر آپ یکایک تھم گئے۔ اور خود ساختہ طمانیت وسکون طاری کرتے ہوئے (بجنسہ اس طرح جب کہ ایک بدنام وناکام کوچہ محبوب سے روکا گیا ہو۔ اور آنے جانے والوں سے کسی کی خیریت وصلاح اجنبی انداز کے ساتھ پوچھتا ہے) انیسؓ کو آپ نے اجازت دی اور اصل مقصد کو جس بے غرضانہ اسلوب، مگر دل دوز لفظوں میں ادا کیا ہے میں اسے بجنسہ بخاری سے نقل کرتا ہوں

ارکب الی ھذا الوادی فاعلم لی علم ھذا الرجل الذی یزعم انہ نبی یاتیہ الخبر من السماء واسمعہ من قولہ ثم ائتنی[1] (بخاری)	اس وادی (مکہ) کو جاؤ، (کوئی مضائقہ نہیں) دیگر ہاں میرے لئے یہ کرتے آنا کہ وہ جو اپنے کو نبی خیال کرتا ہے۔ اور کہتا ہے آسمان سے اس کے پاس خبریں آتی ہیں۔ ذرا اس کی حالت دریافت کرنا۔ سننا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ (یہ کر کے) پھر آنا۔

ادہر حضرت انیسؓ تو مکہ کو روانہ ہوئے۔ ادہر ایک شعلہ انتظار تھا جو ان کے رخصت ہوتے ہوئے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل وجگر میں بھڑکنے لگا رہ رہ کر اس کی شدت بڑھ رہی تھی جس کہ اس سختی کو آپ اسلام کے بعد بھی نہ بھولے تھے۔ اپنی داستان سناتے ہوئے فرمادیتے۔

فراث علی[2]	انیس نے بہت دیر لگائی تھی۔

بہرکیف دیر ہوئی تھی یا نہیں۔ لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ وقت بہت گراں گذرا۔ اور شاید اس سے زیادہ شکایت کسی تراخی کی انھوں نے کبھی نہیں کی۔

حضرت انیسؓ واپس ہوئے، ایک معمولی انداز کے ساتھ ملے! اور پھر پوچھا، "کہ اتنی دیر تم نے کہاں لگائی" حضرت انیسؓ نے فرمایا کہ "اسی آدمی سے ملنے میں دیر ہوئی، اس کا طریقہ وہی ہے جو آپ کا

[1] بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر نے حضرت انیس کو جانے کا حکم دیا تھا لیکن صحیح مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انھوں نے سبقت کی ہیں نے دونوں میں تطبیق دی ہے کہ یہ اجازت کے لئے امر تھا۔ نہ کہ ابتدائی۔ ۱۲۔ [2] طبقات ۱۲۔

www.KitaboSunnat.com

سے، اور وہ اچھی عادتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ وہ اپنے کو رسول گمان کرتا ہے"۔

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا۔ کہ اچھا مکہ والے ان کو کیا کہتے ہیں کیسا آدمی سمجھتے ہیں۔ انیس رضؓ نے کہا۔ کہ اسے کوئی شاعر کہتا ہے اور کوئی کاہن کہتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقعہ پر غایت نشاط و مسرت کے ساتھ اپنے اسلام کی حالت بیان کرتے ہوئے خاص اس مقام پر فرمایا کرتے تھے "!

"انیس حالانکہ ایک اچھا شاعر تھا۔ مگر اس نے یہی کہا، کہ صاحب میں نے شعر کے اوزان بیان کے شعروں کو خوب جانچا شعر تو وہ یقیناً نہیں ہیں۔ رہا کاہن۔ تو میں سیکڑوں کاہنوں سے بھی ملا ہوں ان کی باتیں سنی ہیں، لیکن اس شخص کے کلام کو ان کی گفتگو سے کوئی واسطہ نہیں۔ قسم خدا کی وہ سب کے سب جھوٹے ہیں یقیناً وہ سچا ہے"[۱]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا حال ہوا۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ ناصح جب دل گرفتوں کا ہم خیال و ہمدم ہوجاتا ہے تو اس وقت اطمینان کی جو خنکی دلوں میں محسوس ہوتی ہے حضرت ابوذر کے سینہ کو بھی اسی سے معمور سمجھنا چاہیئے۔

حضرت انیس رضؓ کے خیال کے اس انقلاب نے ان کے تمام غم غلط کر دیئے۔ اور ایک مسرورانہ لہجہ میں فرمایا۔

فَاشْفَيْتَنِي مِمَّا اَرَدْتُ (بخاری)	ہم جس (مرض کا علاج) چاہتے ہیں تم اس کی شفا نہیں لائے (اور وہ کہاں سے لاسکتے تھے)

اس کے بعد کہا۔ کہ انیس!

اِكْفِنِي اَذْهَبُ فَانْظُرُ (طبقات)	تم میری جگہ اب گھر رہو۔ ذرا میں جاتا ہوں تاکہ میں بھی تو دیکھوں کہ کون ہے، کہ ساری تڑپ وبے چینی اسی ایک نظر کے لئے تھی اور آہ! کہ اس وقت تک کتنوں کو ہے۔)

[۱] صحاح طبقات تمام واقعات ۔۔۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سفر مکہ مکرمہ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کیا کرتے تھے لیکن شیراز کے بلبل نے صدیوں کے بعد اس اشتیاق و بے چینی کی تصویر ان لفظوں میں کھینچی ہے جس کا نقل کرنا اس موقعہ پر ناموزوں نہیں۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم — راحت جاں طلبم وزپے جاناں بروم
چوں صبا با دل بیمار و تن بی طاقت — بہواداری آں سرو خراماں بروم
دلم از وحشت زندان سکندر[1] بگرفت — رخت بربندم و تا ملک سلیماں بروم
وررہ او چو قلم گر بسرم باید رفت — بادل دردکش و دیدہ گریاں بروم
نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے — تا در میکدہ شاداں و غزل خواں بروم
بہواداری او ذرہ صفت رقص کناں — تا لب چشمہ خورشید درخشاں بروم

آخر وہ ذرہ اڑا۔ جو غفار کے خانوادہ میں چشمۂ خورشید سے ملنے کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری اور محمد بن سعد کاتب الواقدی راوی ہیں۔ کہ اس کی پیٹھ پر ایک چھوٹی سی سیاہ مشک پانی سے بھری لدی ہوئی تھی۔ اور زنبیل میں تھوڑے سے مقل[2] کے دانے تھے تلاش محبوب میں تن تنہا، حجاز کے ریگستانوں کو طے کرتے ہوئے وہاں چلے جا رہے تھے، جہاں جانے کے بعد پھر انھیں کسی جگہ جانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

جذبۂ شوق نے منزل کو آسان کیا، اور سامنے مکہ کا سواد نظر آیا۔ نہیں بتایا جا سکتا۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پہلے بھی کسی افق سے امید کی صبح کو اس طرح طلوع ہوتے ہوئے دیکھا تھا یا نہیں۔ آج وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو نہیں ہیں۔ لیکن جگر سوختوں سے اب

---

[1] سکندر کی الوالعزمیاں سراسر جلوہاں کی دیوتاؤں کی تابع تھیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تھی حافظ اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ ۱۲۔

[2] مقل کے عام معنی گوگل کے ہیں جو دھونی اور بخور وغیرہ میں استعمال کئے جاتے ہیں لیکن اس کے او معنی بھی ہیں صاحب تاج العروس لکھتے ہیں کہ دوم کے پھل کو مقل کہتے ہیں۔ جو کھجوروں سے مشابہ ہوتا ہے۔ غیاث نے بیروں کے مشابہ بتایا ہے۔ اور یہی یہاں مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ ۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی پوچھ سکتے ہو جن کے سامنے قبہ خضرا اپنے مسکراتے ہوئے ناصیۂ جمال سے یکایک ظاہر ہوتا ہے اور شوق والے اس پر تڑپ تڑپ کر کبھی اپنی جانوں کو کھو بیٹھے ہیں فالحیوۃ حیوتھم والممات مماتھم

اس کی مستی کو مجھ سے نہ پوچھو! کہ میری ایسی قسمت کہاں ہے۔ ہاں وہ بتا سکتے ہیں جو "روضۃ" "من ریاض الجنۃ"[1] کی گل بیزیوں سے وارفتہ ہو کر

واعظ مکن نصیحت ما شوریدگاں کہ ما　　　با خاک کوئی دوست بفردوس ننگریم

چلائے ہیں۔ آہ! کہ جن کی آخری تمنا۔

زاں بیشتر کہ عمر گراں مایہ بگذرد　　　بگذار تا مقابل روئے تو بگذریم

کے علاوہ کبھی بھی کچھ نہیں رہی فطوبی لھم وحسن ماٰب ویرزقنی اللہ الوقتداء بھم۔

بہر کیف شیفتہ نادیدہ کا مکہ میں داخلہ ہوا اس دیار میں آپ کی کسی سے جان پہچان کب تھی۔ سامنے حرم نظر آیا سیدھے اسی طرف تشریف لے گئے، اور ایک بے کس مسافر کی طرح خدا جانے کس کے انتظار میں وہیں کہیں کونے میں پڑ رہے۔

مکہ مکرمہ کے بیس دن حرم میں قریش عموماً اکثر ہی آتے جاتے رہتے تھے، اور ہو سکتا تھا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت جلد کسی سے دریافت کر کے اس آستانے تک پہنچ جاتے جس کے لیے قبیلہ غفار سے کھینچ کر وادی بطحا راور وہاں سے حرم تک لائے گئے۔ لیکن یہ طبع غیور کو گوارا نہ تھا۔ کہ احسان کو جس سے زیادہ گرانبار احسان ممکن نہیں بت پرستوں کے وسیلے سے سر پر رکھا جائے۔ بخاری میں ہے:

فالتمس النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکرہ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ڈھونڈھا، مگر اس کو ناپسند

[1] حدیث میں ہے۔

ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔	میرے گھر (جو اب روضہ مطہرہ ہے) اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے تھے کہ کسی سے پوچھیں۔

آپ کو یقین تھا کہ وہ مجھ سے چھپ نہیں سکتے نگاہیں تاڑیں گی، دل پہچانے گا۔ اسی تلاش میں دن گذرتا جاتا تھا۔ لیکن کوئی پرواہ نہیں۔ حتیٰ کہ مقل کے دانے جو کچھ ساتھ تھے وہ بھی ان کے پاس نہیں رہے، زنبیل خالی تھی۔ گرہ میں دھیلا تک نہیں تھا۔ بھوک نے حضرت ابوذر کو بے چین کر دیا تھا بہت ممکن تھا۔ کہ استقلال کے پاؤں اس وقت ڈگمگا جاتے۔ آپ کی آن ٹوٹ جاتی، لیکن یہ سرمستی ایسی نہ تھی۔ جو بھوک کی ترشی سے اُتر سکتی۔ آپ نہایت اطمینان کے ساتھ اُٹھتے اور زمزم کی چند چلو سے تھوڑی دیر کے لئے اسے بجھا دیتے پھر اگر ستاتی، تو اس سے زیادہ جواب آپ کی طرف ۳۰ دن کے عرصہ میں کبھی نہیں دیا گیا۔ کہ ڈول کھینچا۔ اور چند گھونٹ حلق کے پار کر لیا اور بس۔[1]

غرضکہ اسی طرح جب صبح کا آفتاب طلوع ہوتا تھا تو حضرت ابوذر کی نگاہیں اس کی روشنی میں صرف اس آفتاب کو تلاش کرتی تھیں جس سے روح کی رات دن ہوتی تھی۔ رات ہوتی تو اس کی اندھیریوں میں آپ کی نظریں اس تارے کو ڈھونڈھتیں، جس نے دنیا کے سیکڑوں بھٹکے ہوئے قافلوں کو سیدھی پگڈنڈی پر ہمیشہ کے لئے لگا دیا۔ انتظار تھا جو ختم نہیں ہوتا تھا، فراق تھا جس کی جگر سوزی آناً فاناً بڑھ رہی تھی۔

قریش کا ظالمانہ برتاؤ

ایک دن اسی درمیان میں آپ کو خیال گذرا کہ جس کو ڈھونڈھتا ہوں اگر وہ نہیں ملتا تو چلو! اس کے کسی غلام سے پتہ پوچھیں۔ غیرت کا تقاضا اگر ہے تو صرف وہ کفاروں تک محدود ہی۔ لیکن اگر ان کی جماعت کا کوئی آدمی مل جائے تو اس سے پوچھنے میں کیا مضائقہ ہے۔

غرض یہ سوچ کر تاک میں لگے رہے۔ اتفاق سے ایک مجہول الحال، شکستہ آدمی حرم میں داخل ہوا۔ چوں کہ فلاکت زدہ تھا۔ سراغ نہ قریش نے شاید اس کی طرف سے بے التفاتی برتی ہوگی۔

آپ نے قیاس کیا کہ اس جماعت کا جو حال بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اس شخص سے بہت مطابق ہے اسی سے دریافت کرنا چاہتے۔ قریب پہونچے اور پوچھا

[1] مسلم و طبقات۔ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

این ھذا الذی تدعون الصابی | جس کو تم لوگ صابی کہتے ہو کہاں رہتا ہے۔

لیکن دراصل یہ آپ کو دھوکہ ہوا۔ وہ واقع میں کفار کے گروہ کا آدمی تھا۔ اس وحشت ناک سوال کے سنتے ہی اس کا ماتھا ٹھنکا، بلکہ یقین ہوگیا۔ کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت کا آدمی ہے جواب تو کیا دیتا۔ یکایک اُس نے چیخ ماری۔

ھذا صابی | ارے یہ صابی ہے۔

قریش اس وقت مسلمانوں کی طرف بھرے ہوئے تھے، ہر شخص گوش برآواز رہتا تھا اس کی آواز بجلی بن کر کفاروں میں کوندی۔ پھر جو کچھ ہوا۔ وہ حضرت ابوذرؓ کے زبانی سنو!

فمال اھل الوادی بکل مدرۃ وعظم | ڈھیلے، ہڈیاں، اُٹھائے یکروادی مجھ پر ٹوٹ پڑے،

فخررت مغشیا علی (طبقات صفحہ ۱۶۲) | (اور اس قدر مارا) کہ میں چکرا کر گر پڑا۔

محبت کی امتحان گاہ میں غفار کا ایک رئیس، بہادر سردار بصد مظلومی وبیکسی، خدا کے سامنے، حرم میں بت پوجنے والوں کی لاتوں سے روندا جا رہا تھا لیکن عشق کے فرشتے، ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کو تھامے ہوئے تھے، ہوش آیا خدا جانے کس وقت آیا۔ اور کتنے مظالم کے بعد آیا۔ مگر جب آیا تو۔ آشفتہ سری بحال تھی۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ اور زیادہ تیز ہوگئی تھی۔ خود فرماتے تھے۔ اور نہایت شگفتگی سے فرمایا کرتے

فارتفعت حین ارتفعت کانی نصب احمر فاتیت زمزم فشربت ماءھا وغسلت عنی الدماء (طبقات وغیرہ) | پھر میں اُٹھا جس وقت اُٹھا، گویا میں ایک سرخ بت تھا (یعنی خون میں نہائے ہوئے تھے)، اسی وقت زمزم پر آیا پانی پیا، اور خون دھویا۔

بدن سے خون نکل رہا ہے۔ کپڑے لہو میں لت پت ہوگئے ہیں۔ لیکن نہ کسی کی شکایت ہے اور نہ گلہ۔ نہایت اطمینان سے زمزم پر آئے۔ پانی پیا، خون دھویا، ارادہ کی مضبوطی میں کوئی تغیر نہیں کہ وہاں خیال ہی اور تھا۔ ۱۵

حافظ چورہ بکنگرہ کاخ وصل نیست | با خاک آستانۂ ایں در بسر بریم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وضعداری کا ایک وہ زمانہ تھا کہ ماموں کی معمولی سی شکایت پر آپ نے ہمیشہ کے لئے اُن سے قطع تعلق کر لیا۔ اور آج محبت کی کرشمہ سازیوں کا نظارہ اسی آسمان کے نیچے کرو! کہ پتھر مارے جاتے ہیں، ہڈیاں پڑتی ہیں، لہو بہتا ہے، دھکے دیئے جاتے ہیں۔ لیکن پاؤں نہیں ہلتا۔ حرم کے دروازے سے "پندارم توئی" کی امید میں نگاہ انتظار نہیں ہٹتی۔ احساس تک نہیں۔ کیا ہوا اور کیا گذری۔

اولئك يجزون الغرفة بما صبروا ويلقون فيها تحية وسلامًا۔	یہی لوگ ہیں جن کو "غرفہ" کے ساتھ (جنت میں) بدلہ دیا جائیگا اور اس میں پائیں گے سلام و تحیت کو۔

کہا جاتا ہے کہ "مجاہدات" کی کوئی اصل نہیں، حتی کہ میں نے بعضوں سے یہ بھی سنا، کہ صلوٰۃ خمسہ میں خشوع اور خضوع کی بھی ضرورت نہیں۔ اور دلیل بیان کی جاتی ہے کہ صحابہ سے یہ باتیں منقول نہیں حالانکہ اولاً یہ سراسر غلط ہے۔ آثار و حدیث سے ہم قطع نظر بھی کر لیں۔ تو قرآن کی یہ آیتیں۔

والذين يبيتون لربهم سجدا وقيامًا۔	جو (سر) ٹیکے یا کھڑے کھڑے رات گذارتے ہیں اپنے پروردگار کے لئے۔

کس کا حق ہے اگر صحابہ اس کے مصداق نہیں تھے تو اور کون دعویٰ کر سکتا ہے یا مثلاً

انهم كانوا قبل ذلك محسنين كانوا قليلا من الليل ما يهجعون ○ وبالاسحار هم يستغفرون ○ وفي اموالهم حق للسائل والمحروم۔	اس سے پہلے یہ اپنے اعمال کو خوبصورت بنانے والے تھے، بہت تھوڑی رات سویا کرتے تھے، اور پچھلے کو اٹھ کر گناہوں کی بخشش طلب کیا کرتے تھے۔ ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کے حق تھے۔

"والذین جاہدوا فینا" کے مجاہدہ کی یہ تفصیل الٰہی نہیں اور کیا ہے۔ صحیح ہے کہ بلا خشوع کے نماز کا بوجھ گردن سے ٹل جاتا ہے۔ لیکن کس نے کہا کہ آخرت کی مصیبت بھی ایسی نمازوں سے ٹلنے والی ہے حالانکہ عذاب دینے والا تو فرماتا ہے۔

قد افلح المومنون الذين هم في صلاتهم	کامیاب ہوئے وہ مومنین جو اپنی نمازوں میں خشوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاشعون | کرنے والے ہیں۔

توکیا اس فلاح کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نہیں ڈھونڈتے تھے۔

اور بالفرض اگر یہ بھی لیا جائے (حالانکہ نہیں مانا جاسکتا) کہ صحابہ میں مجاہدات کا رواج نہ تھا تو حق یہ ہے کہ جن سرزمین نے اسلام سے پہلے ہی اپنے کو اس طرح مٹادیا تھا جس کی ایک ادنیٰ نظیر یہی واقعہ ہے اور ابھی حضرت ابوذر کی سوانح میں آنے والے ہیں۔ ان کے لئے کسی دوسرے "مجاہدہ" و "ریاضت" کی شاید ضرورت بھی نہ تھی۔

لیکن جو ابتدائے اسلام سے اس وقت تک "سبیل اللہ" کے کسی شعبہ میں آزمایا نہیں گیا۔ کیوں کر ان دعووں کو زبان تک لاسکتا ہے جس کو میں سنتا ہوں اور ان کی عقل پر عقیدۃً اور اپنی عقل پر عملاً ہنستا ہوں۔

بہرحال تیس دن کی اس طویل مدت میں علاوہ اس واقعہ کے اور کیا کیا حوادث وقوع پذیر ہوئے مجھے اس کی تفصیل زیادہ نہ معلوم ہو سکی۔ اور جو کچھ ہیں بھی، ان میں ظاہراً سخت تعارض ہے۔ حتیٰ کہ علامہ قرطبی کو مجبور ہو کر لکھنا پڑا۔

وفی التطبیق بین الروایتین تکلف شدید[1] | دونوں روایتوں میں تطبیق دینے میں سخت تکلف ہے۔

حافظ ابن حجر کے مشورہ سے یا روایات کے تتبع سے جس نتیجہ تک میں پہنچا ہوں اس کی ترتیب درج ذیل ہے۔

پہلا واقعہ | یہ تو ظاہر ہے، کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس حادثہ کے بعد بھی، حرم محترم کو نہیں چھوڑا۔ جو دھن تھی، وہ بندھی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے انہیں دنوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادھر گذر ہوا۔ گرچہ آپ کی عمر بہت تھوڑی تھی۔ لیکن قیمت کی بہتری میں اس وقت بھی کیا کلام ہو سکتا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک طرف ایک شکستہ حال مسافر پڑا ہوا ہے آپ کو رحم آیا۔ قریب آکر دریافت فرمایا۔

---

[1] فتح الباری جز ۱۷ مطبوعہ محمد انصاری صفحہ ۱۴۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممن الرجل	کہاں کے آدمی ہو۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا۔

من غفار	قبیلہ غفار سے ہوں

فرمایا۔ کہ

قم الی منزلك	اپنی فرودگاہ کو تشریف لے چلیں۔

مقصود یہ تھا کہ میرے گھر چلیں۔ مسجد میں تکلیف ہوگی۔

حضرت ابوذرؓ چوں کہ دھوکہ اٹھا چکے تھے اظہار مدعا تو مناسب نہ جانا۔ اُٹھے اور چپ چاپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ گھر تک پہونچے خود فرماتے ہیں کہ نہ انھوں نے مجھ سے کچھ پوچھا اور نہیں نے کچھ کہا۔"

صبح ہوئی اور سیدھے حرم پہونچے، اپنی زنبیل اور مشک رکھ کر مکہ کی کوچہ و بازاریں، شام تک مصروف جستجو رہے لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ مغرب کے بعد پھر حضرت مرتضیٰ علیہ السلام تشریف لائے، دیکھا کہ مسافر اب تک موجود ہے۔ آپ نے پھر فرمایا۔

اما ان للرجل ان یعرف منزله	کیا آدمی کے لئے اپنی فرودگاہ تک جانے کا وقت نہیں آیا

آپ اُٹھے اور بجنسہ اسی خاموشی کے ساتھ آج کی رات بھی گذر گئی۔ ایک دوسرے کو کیا معلوم کہ دونوں ایک ہی فتراک کے نخچیر ہیں۔

حضرت ابوذر پھر صبح ہوتے ہی حرم میں آدھمکے اور دن بھر گھومتے رہے۔ لیکن قسمت چلا رہی تھی کہ "جا! اور وہیں حرم میں بیٹھ دیکھ! کہ پھر کیا ہوتا ہے"

دوسرا واقعہ یا دولت بیدار — قیاس کا مقتضی ہے کہ آج کسی خاص ضرورت نے حضرت مرتضیٰ علیہ السلام کو حرم کی طرف آنے کی فرصت نہ دی۔ حضرت ابوذرؓ نے انتظار کیا ہوگا، لیکن جب مایوس ہوئے، تو وہیں کہیں پڑ رہے۔ سونے کے ارادہ سے لیٹے مگر نیند نہیں آتی تھی۔ بے چین آج زیادہ تھے حتی کہ جب رات بھیگ گئی اور شہر میں سناٹا ہو گیا، لوگ سو پڑ رہے، اس وقت رحمت ہمادیہ

www.KitaboSunnat.com

جھکی، اور حضرت ابوذرؓ کے ٹوٹے ہوئے دل کو جو واقع میں نہیں ٹوٹا تھا اس نے اپنے آغوش میں اُٹھا لیا۔ مسافروں کے ہنگامہ آہ و بکا، بچوں کی نالہ وزاری نے جس بیدار کو غفار کی سڑک پر پیدا کر کے، حضرت ابوذرؓ کی تمام تر غارتگریوں کو، کاروانوں سے پھیر کر تو دُان کی آسایش ولذائذ، ارمان و خواہشات کے قافلوں کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ خدا جانے کتنی دراز مدت کے بعد اس کی خبر آج نکلتی ہے، اس رات کے منظر کو خود آپ ہی کی زبانی سننا چاہیئے۔ فرماتے ہیں۔

فبينما اهل مكة في ليلة قمراء اضحيان اذ ضرب الله صمختهم فما يطوف بالبيت احد منهم غير امرأتين۔

(صحیح مسلم وطبقات)

چاندنی رات خوب روشن تھی زاہل مکہ اپنے کاموں میں مصروف تھے، کہ یکایک خداوند تعالیٰ کی زبردست قدرت نے تھپکیاں دے کر انھیں سلادیا (سناٹا سا ہو گیا تھا) حتیٰ کہ بیت اللہ کے طواف کرنے والوں میں بھی اس وقت دو عورتوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

یہ عورتیں کعبہ کے گرد گھوم گھوم کر "اساف ونائلہ"لہ سے کچھ مانگ رہی تھیں خدا جانے حضرت ابوذرؓ

لہ "اساف ونائلہ" جاہلیت کے دو مشہور بت ہیں، مشہور تھا کہ دراصل یہ دونوں پہلے آدمی تھے، اساف مرد تھا، اور نائلہ عورت تھی۔ دونوں قبیلہ جرہم سے تعلق رکھتے تھے۔ یمن ان کا وطن تھا کہا جاتا ہے کہ اساف نائلہ کے حسن پر فریفتہ ہو گیا۔ نائلہ نے بھی جب اس کے حسن وجمال کو دیکھا تو دل دے بیٹھی۔ صورت حال دونوں کو یمن میں ملنے سے مانع تھی، آخر مکہ معظمہ حج کے حیلے سے آئے، جاہل عربوں کا عقیدہ تھا کہ ایک دن دونوں کو حرم میں تنہائی مل گئی۔ اور وہیں امر شنیع کے مرتکب ہوئے۔ اس پر خدا کا غضب نازل ہوا دونوں پتھر کے ہو گئے، عبرت کے لئے لوگوں نے ایک کو صفا پہاڑ پر اور دوسرے کو مروہ پہاڑ پر رکھ دیا تھا۔ عمرو بن لحی خزاعی نے جب عرب میں بت پرستی پھیلائی تو خاص کر ان دونوں کو اس نے بہت اہمیت دی قصی نے اپنے زمانہ میں ان کو پہاڑوں سے اتار کر ایک کو کعبہ سے لگا دیا۔ اور دوسرے کو چاہ زمزم پر نصب کر دیا تھا۔ زمانے عرب جاہل ان کی پرستش کرتے تھے۔ آخر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان سے خدا کے گھر کو پاک کیا۔ ممکن ہے کہ عربوں کے اس بیہودہ فسانہ پر تعجب ہو۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ بت پرستوں کے ہاں یہ باتیں عام ہوتی ہیں۔ ہندو دیو مالا میں بھی اس قسم کے قصے اکثر پائے جاتے ہیں۔ مثلاً راماین میں اہلیا اور اندر کا واقعہ قریب قریب اسی کے ہے۔ (بقیہ آئندہ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کیا سوجھی، کہ جس کونے میں پڑے ہوئے تھے وہیں سے آواز دی۔

انکحا احدھما الاخر | ایک کا دوسرے سے نکاح کر دو۔

مقصد یہ تھا کہ ایسے ان بتوں سے کیا مانگتی ہو۔ بزعم تم لوگوں کے وہ خود فراق میں تڑپ رہے ہیں ہاں اگر دونوں کو بیاہ دو گے، تو ممکن ہے کہ تمھاری سنیں۔

اس طنز آمیز آواز کو خاص کعبہ سے سنتے ہی یکایک وہ ضرور ر کیں چوکیں مگر یا "اساف یا نائلہ" کی آواز بلند ہوتی ہی رہی آخر جب طواف کرتے کرتے حضرت ابوذر کے قریب پہنچیں فوراً اپنی آنکھیں بند کر لیں اور وہ انھیں سویا ہوا دیکھ کر اور کچھ اس ڈر سے بھی کہ مرد ہے اگر چھیڑتی ہوں تو ممکن ہے کہ بری طرح خبر لے۔ صرف گالیاں دیتیں اور

لو کان ھھنا من انفارنا احد | کاش میری جماعت کا کوئی آدمی یہاں ہوتا تو اس کی خبر لیتا

بڑبڑاتی ہوئی روانہ ہو گئیں۔ دونوں آپس میں یہی ذکر کرتی ہوئیں ایک پہاڑی پر چڑھیں۔ اس سے اتر رہی تھیں کہ سامنے سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ یہ عورتیں کسی کو نہیں پہچانتی تھیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش اقدس تک ان کی گفتگو کے چند سخت الفاظ پہونچ چکے تھے آپ نے بڑھ کر دریافت فرمایا۔

مالکما۔ | تم دونوں کا کیا حال ہے (کیا واقعہ ہوا)

عورتیں کیا کہوں صابی[1] کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان پڑا ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا پھر اس نے کیا کہا۔

عورتیں۔ کیا کہا، زبان تک لانے کی بات ہے۔ بس بری بات بک رہا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہا جاتا ہے کہ گوتم رشی بڑا عالم تھا اس سے اندر دیوتا وید پڑھنے آتا تھا اس کی بیوی اہلیا کو دیکھ کر عاشق ہو گیا۔ گوتم نہانے گیا تھا کہ اندر نے اس سے بدفعلی کی۔ گوتم نے آکر دیکھا تو بددعا دی۔ اندر کے جسم میں ہزار بھگ (علامت تانیث پیدا ہو گئی) اور اہلیہ پتھر کی ہو گئی۔ ۱۲ منہ [1] کفار قریش مسلمانوں کو اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی کہا کرتے تھے یعنی دین حق سے پھرا ہوا۔ ۱۲ منہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس گفتگو کے بعد وہ تو گھر کی طرف روانہ ہوئیں آپؐ اور یہ دونوں کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضرت ابوذرؓ کی نیند عورتوں کی اس ظرافت سے اور بھی اُچٹ گئی تھی چپ چاپ ایک گوشے میں منتظر تھے کہ دیکھیں یہ عورتیں کیا گل کھلاتی ہیں، کہ یکایک سامنے سے دو جسم متحرک نظر آئے۔ حضرت ابوذرؓ کی نگاہ جم گئی، پھر مجھے نہیں معلوم کہ کب تک جمی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف بھی کیا۔ حجر اسود کو بوسے بھی دیئے نمازیں بھی پڑھیں۔ لیکن کچھ خبر نہیں، کہ اس وقت ابوذر کی ششدر و حیران آنکھوں نے کیا دیکھا، دماغ نے کیا سمجھا البتہ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو نیاز و عقیدت کا ایک پیکر مجسم سامنے کھڑا ہوا کہہ رہا تھا۔

السلام علیک یا رسول اللہ۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ، فرما کر پوچھا۔

ممن انت	تم کس قبیلے کے آدمی ہو۔

حضرت ابوذر۔

من غفار	یعنی قبیلہ غفار سے ہوں۔

یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پکڑ لیا۔

فاھوی بیدہ الی جبھتہ	آپ نے اپنے ہاتھ کو پیشانی کی طرف جھکایا۔

رائیں مختلف ہیں۔ کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس انتساب کو ناپسند فرمایا۔ جیسا کہ خود حضرت ابوذرؓ سے اس کی شرح میں مروی ہے۔

قلت فی نفسی کرہ انی انتسبت الی غفار (طبقات)	میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید غفار کی طرف میرے انتساب کو آپ نے ناپسند فرمایا۔

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ سن کر متعجب ہوئے اور یہ فعل محض اظہار تعجب کے لئے تھا۔ طبقات کی ایک دوسری روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

عجب النبی صلی اللہ علیہ انھم یقطعون	آپ کو تعجب ہوا کہ غفار تو راہزنی کرتے ہیں (ان میں ایسا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الطریق فجعل النبی صلعم یرفع بصرہ فیہ ویصوبہ تعجبا من ذلک لما کان یعلم منھم[۱] صفہ ۱۶۴ ج ۴	شخص کیوں کر پیدا ہو سکتا ہے، اس کے بعد آپ نے پھر متعجب ہو کر اپنی نگاہ ان پر ڈالی اور کبھی جھک کر دیکھتے کیوں کہ غفاریوں کے حالات سے واقف تھے۔[۱]

اس صورت میں جملہ فاھوی بیدہ الی جبھتہ سے مقصود یہ ہوگا کہ آپ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کے بغور ان کو دیکھنے لگے، واللہ اعلم، ایک صوفی کا خیال ہے کہ حضور نے نظر اول میں آپ کو پہچان لیا تھا لیکن حسرت کی نگاہ سے دیکھا کہ ابھی مراحل سلوک میں اس غفاری فرہاد کو شب ہجر کا ایک بے ستون کانٹا اور بھی باقی ہے واللہ اعلم اور کچھ ایسا ہی ہوا کہ اس رات میں "اسلام" و "ایمان" کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قصداً یہ معاملہ ٹلا دیا گیا۔ طبقات میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے کہ دست مبارک پر کلمہ پڑھیں لیکن حضرت صدیقؓ نے ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا خود ان کا بیان ہے،

فذھبت اخذ بیدہ فقدعنی صاحبہ وکان اعلم بہ منی۔ صفہ ۱۶۳ ج ۴	میں چلا کہ حضور کا دست مبارک پکڑ لوں لیکن ان کے ساتھی نے مجھے روک لیا۔ وہ بہ نسبت میرے حضور کی طبیعت سے زیادہ واقف تھا۔

بادی النظر میں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ ابھی تک ان سے مطمئن نہ تھے اس لئے ایسا کیا لیکن صوفیانہ نقطۂ نظر کے اعتبار سے اگر یہ کہدیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اشارہ سے ایسا کیا گیا کہ طے منازل کی ایک سیڑھی یہ بھی تھی تو کیا مضائقہ ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کی ضیافت	حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے ان سے پوچھا، تم یہاں کب سے ہو،[۲] آپ نے فرمایا کہ تقریباً تیس راتیں یہاں گذر گئیں۔

حضرت صدیق رضؓ نے فرمایا کہ تمھیں کھلاتا کون تھا۔

---

[۱] طبقات میں ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا ان اللہ یھدی من یشاء خدا جس کو چاہے ہدایت کرے ۱۲ [۲] صوفی کا خیال ہے کہ یہ کیوں نہیں پوچھا کہ یہاں کس لئے آئے ہو یہ کہا کب سے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی مقصد کو اس وقت درمیان میں لانا ہی منظور نہیں۔ ورنہ در مجلس رندان خبری نیست کہ نیست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں صرف سونے کے لئے کچھ رات گذرتے ہوئے دو دن سے جایا کرتے تھے اور آپس میں کسی قسم کی گفتگو بھی نہیں ہوئی تھی اس سلئے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں کھانیکی مہمانداری نہیں ہوئی تھی" کہ اسقدر مفلس ہیں۔ بہرکیف جو سچی بات تھی بیان کردی کہ ایک زمانہ سے میری گذر صرف زمزم کے پانی پر ہی اور اس پانی کی ایک عجیب خاصیت بیان کی۔ فرماتے ہیں۔

فسمنت حتی تکسرت عکن بطنی فما وجدت علی کبدی سخفة جوع۔ (مسلم)	میں موٹا ہوگیا۔ حتی کہ پیٹ کی شکن لٹک گئی (زیادہ فربہی میں ایسا ہوجاتا ہی) حتی کہ اپنے جگر میں بھوک کے ضعف کا کوئی اثر نہیں پاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔

انھا مبارکة انھا طعام طعم	اس میں برکت دی گئی اور سیر کرنے والی غذا ہی۔

حضرت صدیق رضؓ نے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا" کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آج کی رات انھیں اپنا مہمان بناؤں"۔ آپ نے اجازت دے دی۔ حضرت صدیق رضؓ ان کو ساتھ لئے ہوئے گھر لائے، دروازہ کھولا۔ اور طائف کی کچھ کشمشیں ان کے حوالہ کیں۔ حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا کھانا تھا جو حضرت ابوبکر رضؓ کے گھر میں مجھے نصیب[1] ہوا

اسلام لانا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صبح ہوتے ہی پھر حرم میں آگئے، جب رات ہوئی تو آج حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور اپنے ساتھ لے کر گھر پہونچے مگر یہ اسی طرح ساکت وصامت ہیں۔ آخر حضرت علی رضؓ سے نہ رہا گیا اور فرمایا۔

ما الذی اقدمک۔	آخر تم کو کیا چیز یہاں لائی، کس ضرورت سے آئے ہو؟

چونکہ گذشتہ رات میں باوجود سب کچھ ہوجانے کے چونکہ ان کے لئے کچھ نہیں ہوا تھا اس لئے دل بھرا ہوا تھا، پیمانہ صبر چھلک پڑا، بولے "کہ اگر عہد کرتے ہو تو میں بتاؤں"۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عہد کیا، آپ نے کہا "اگر تم میری راہنمائی کرسکو، جب کہوں گا"۔ انھوں نے حتی الوسع اس کا بھی

[1] صحیح مسلم ۱۲ ۱۔ ۹۳ از بخاری ۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعدہ کیا، آپ نے فرمایا" کہ میں نے سنا تھا کہ مکہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں یہ سن کر میں نے اپنے بھائی کو دریافت حال کے لئے بھیجا، لیکن اس نے کچھ تشفی بخش خبر مجھے نہیں سنائی آخر میں خود اس شخص سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی باچھیں کھل گئیں۔ خدا جانے کیا کیا کہا تاہم بخاری میں اس قدر موجود ہے[2]

قال فانہ حق وھو رسول اللہ فاذا اصبحت فاتبعنی فانی ان ایت شیئاً اخاف علیک قمت کانی اریق الماء فان مضیت فاتبعنی حتی تدخل مدخلی (بخاری)

یہ بالکل سچ ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ جب صبح ہو تو تم میرے ساتھ چلو، راستے میں اگر ایسا واقعہ نظر آئے (مثلاً کوئی کافر سامنے آ جائے گا) کہ جس میں مجھے خطرہ معلوم ہو تو میں بیٹھ جاؤں گا، گویا پیشاب کر رہا ہوں (تم چلے چلنا) پھر جدھر میں جاؤں، چلے آنا، حتیٰ کہ جہاں داخل ہو جاؤں تم بھی وہاں آجانا۔

صبح ہوئی دونوں ساتھ چلے، آگے آگے حضرت علی رضی اللہ اور پیچھے پیچھے ان کے حضرت ابوذر رض اس آستانے کی طرف جا رہے تھے جس کی غلامی کاتب ازل نے ان کی پیشانی میں لکھدی تھی۔ راستہ میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ حتیٰ کہ وہ دروازہ سامنے آگیا، حضرت علی رض اور ان کے ساتھ ابوذر رض تعالیٰ اس میں داخل ہو گئے۔

ایک چبوترے پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طلعت قدوسی پر ایک چادر ڈالے ہوئے آرام فرما رہے تھے، حضرت علی رض نے اشارہ کیا آپ بیتابانہ دوڑ پڑے اور سلام عرض کیا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی فرمایا علیکم السلام حضرت ابوذر رض ان حضرات کے واقعہ سے موثر ہو چکے تھے۔ جانتے تھے کہ کہیں معاملہ پھر نہ ٹل جائے، قبل اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ فرمائیں، آپ نے فرمایا" کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ مجھے سنائیے۔ آپ نے فرمایا میں نہیں کہتا، خدا فرماتا ہے[3] حضرت ابوذر نے فرمایا بس وہی پڑھئیے۔

طبقات ۱۲

---

[1] طبقات ابن سعد صفحہ ۱۶۵ ج ۱۲ — [2] طبقات کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنا رشتہ اور عقیدت کو ظاہر کیا ۱۲ — [3] بخاری ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی ایک سورہ (نام پر اطلاع نہ ہو سکی) تلاوت فرمائی۔ ادھر سورہ ختم ہوئی اور اُدھر حضرت ابوذر رض نے

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ[۳] کے ساتھ ایک چیخ ماری جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ نہ دلیل تھی اور نہ حجت حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشکوٰۃ سینہ میں ایک قندیل تھی جس کے اندر ایک سماوی روغن بھرا ہوا تھا قریب تھا کہ بھبک اُٹھے، آخر بھڑکا کہ پھر کبھی نہ بجھا۔ اور اس طرح مسلمانوں کے اندر جن کی تعداد کرۂ زمین پر کل چار تھی ایک اور کا اضافہ[۴] ہو گیا۔

تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اسلام کی خوشخبری دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو غور کیا۔ تو پہچان کر فرمایا۔

الیس ضیفی بالامس۔	کیا وہی شخص نہیں جو کل میرے مہمان تھے۔

اور جھک کر فرمایا۔

انطلق معی	میرے ساتھ چلئے۔

ایک زمانہ گذر چکا تھا، کہ حضرت ابوذر رض نے اپنا گھر چھوڑا تھا۔ کپڑے بالکل میلے ہو گئے تھے۔ اس وقت حضرت صدیق رض نے دو کپڑے رنگین وخوبصورت نکال کر دیئے[۵]۔ آپ نے غسل کیا کپڑے بدلے، اور جب تک مکہ معظمہ میں آپ کا قیام رہا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر مقیم رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں قیام کا زمانہ

آثار وروایات میں اس کی تصریح تو نہیں ملی کہ آپ کب تک حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت خانہ پر فروکش رہے۔ لیکن قرائن اور بعض روایتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عموماً اس عرصہ میں مکہ والوں سے آپ کی ملاقات ہو چکی تھی لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ قبیلہ غفار کے کوئی ممتاز آدمی ہیں مثلاً ایک واقعہ بھی ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حالانکہ اس زمانے میں مشرف

---

[۱] طبقات ۱۲ [۲] طبقات ۱۲ [۳] طبقات ۱۲ [۴] طبقات ۱۲ [۵] طبقات ابن سعد مطبوعہ صفحہ ۱۶۴ ج ۴ - ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باسلام رہتے تھے) آپ کو جانتے تھے، کفاروں کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا۔

الستم تعلمون انه من غفار طريق تجاركم الى الشام۔	کیا تم نہیں جانتے ہو کہ وہ قبیلۂ غفار کا آدمی ہے جو تمہارے شام کے تاجروں کا راستہ ہے۔

بہر کیف اگر تمام قریش سے آپ کی شناسائی نہیں ہوئی تھی تو خاندان عبد المطلب میں لوگ آپ کو ضرور جاننے لگے تھے۔ آپ کی زیادہ شہرت کی وجہ میرے نزدیک درا صل وہ واقعہ ہے جس کے راوی صرف محمد بن سعد صاحب طبقات ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کے غفاری ہونے کا علم حضرت عباس رض کو بھی اسی کے بعد ہوا ہو"۔ وہ راوی ہیں کہ جن ایام میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان تھے اسی زمانہ میں آپ سیر کرتے ہوئے حرم میں آئے دیکھا کہ پھر ایک عورت طواف کر رہی ہے اور گھوم کر نہایت فصاحت و بلاغت عاجزی و خاکساری کے ساتھ دعائیں کر رہی ہے (ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اس کی دعا ابھی تک مبہم تھی اس کا پتہ نہیں چلتا تھا کہ کس کو مخاطب کر کے مانگ رہی ہے حرم چونکہ بیت اللہ تھا حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا ہوگا، کہ خدا کو پکار رہی ہے اور اس پر خوش ہوں گے لیکن جب ختم کر چکی تو اس کے بعد پھر وہی۔

يا اساف يا نائله۔	اے اساف اے نائلہ۔

چیخنے لگی۔ آپ سنتے ہی جھلا اٹھے اور بے ساختہ آپ کی زبان سے وہی جملہ۔

انكحى احدهما صاحبه	ایک کا دوسرے سے نکاح کردے۔

نکل پڑا۔ چونکہ دن کا وقت تھا عورت بلا خوف و خطر شور مچاتی ہوئی آپ کے ساتھ لپٹ پڑی اور چلانا شروع کیا۔

انت صابى۔	تو صابی ہے۔

کفار قریش کی ایک جماعت وہیں پر موجود تھی انت صابی کی آواز سنتے ہی حسب عادت دوڑ پڑے اور جس طرح پہلے مارا تھا مارنا شروع کیا۔ اتفاق سے بنی بکر کے قبیلے میں اس کی خبر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہونچی، کہ قریش ایک بیکس مسافر کو بری طرح مار رہے ہیں چونکہ ان دونوں قبیلوں میں ایک زمانہ سے رقیبانہ تعلق تھا فوراً کچھ جوان آئے، حرم پہونچے اور نہایت حقارت کے ساتھ قریش کو ڈانٹا کہ واہ! تمھارے قبیلے میں جو "صابی" ہیں ان کو تو نہیں مارتے، ایک بیچارا مسافر آگیا بس سارا نزلہ اسی کی طرف رجوع ہو گیا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، یہ کہتے ہوئے حضرت ابوذر رضی اللہ کو اپنی پناہ میں لے لیا اور ان ظالموں سے نجات دلائی آپ اسی صورت و حالت کے ساتھ دربار نبوی صلے اللہ علیٰ صاحبہا میں حاضر ہوئے۔ اور فرمایا۔

یارسول اللہ اما قریش فلا ادعهم حتی اثار منهم ضربونی۔	یا رسول اللہ قریش سے جب تک بدلہ نہیں لوں گا انہیں نہیں چھوڑ سکتا انھوں نے مجھے مارا ہے۔

اسلام کی دعوت پر سرفرازی مکہ معظمہ میں اس وقت مسلمانوں کی کل تعداد پانچ تھی جن میں پانچویں حضرت ابوذر تھے۔ ایسے ضعف کے وقت آپ کی بہادرانہ شجاعت، مردانہ ہمت، کو دیکھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے اسی وقت خیال گذرا کہ جس عام "تبلیغ" کا ارادہ کیا گیا ہے اس کا وقت آپہونچا ہے اسی کے بعد سب سے پہلے پہل اسلام میں جس عمامہ پر اس جلیل عہدہ کا طرہ نصب کیا گیا وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر بندھا ہوا تھا آپ نے فرمایا۔

انی وجهت الی ارض ذات نخل ولا احسبها الا یثرب فهل انت مبلغ عنی قومك عسی الله ان ینفعهم بك ویاجرك فیهم۔	میں کھجوروں والی زمین کی طرف متوجہ کیا گیا ہوں اور میں اسے مدینہ کے علاوہ اور کسی شہر کو خیال نہیں کرتا تو کیا تم اپنی قوم کو میری جانب سے تبلیغ کر سکتے ہو ممکن ہے انھیں خدا تم سے نفع پہونچائے اور تمھیں اجر دے۔

جس آستانے پر اتنی تگ و دو کے بعد پہونچے تھے، انصاف کر سکتے ہو کہ اس کی دوری ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا ہو سکتی تھی لیکن کیا کرتے جبکہ

فکر خود و رائی خود، در عالم رندی نیست
کفر در یں مذہب خود بینی و خود رائی

www.KitaboSunnat.com

آخر یہی ہوا کہ اب دعوت تبلیغ کے لئے آمادہ ہو گئے لیکن پھر بھی دبی ہوئی زبان سے فرمایا۔

انی منصرف الی اھلی و ناظر متی یومر بالقتال فالحق بک۔ | (اچھا، میں اپنے گھر جاتا ہوں (مگر) انتظار کرتا رہوں گا کہ جنگ کا حکم کب دیا جاتا ہے بس اسی وقت آپ سے ملوں گا

مقصود یہ تھا کہ فراق کی گھڑیوں کو کسی خاص زمانے تک محدود کر دیا جائے، کم از کم اسی امید پر جیوں گا اس کے بعد یکایک آپ کو خیال گذرا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کی ایذاؤں کو دیکھ کر میرے لئے یہ حکم تو نہیں صادر فرمایا۔ کہ اس ترکیب سے میں مکہ معظمہ کو چھوڑ دوں گا۔ معاً اس خیال کے آتے ہی تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

فانی اری قومک علیک جمیعاً۔ | اور آپ کی قوم جو مکہ متفق ہو کر آپ کے درپے ایذا ہے اس لئے بھی میرا جانا ہی مناسب ہے۔

اور واقعہ بھی یہی تھا کہ جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے روانہ کرنے سے تبلیغ و ارشاد کا کام لینا منظور تھا ساتھ ہی یہ بھی مدنظر تھا کہ ابوذر رضؓ ایک سخت آدمی ہیں، خواہ مخواہ اسی طرح دشمنان اسلام کے ہاتھ ان کو تکلیف اٹھانا پڑے گی جس کی چند نظیریں گذر چکی ہیں ان کے اس سوال کو سن کر ارشاد فرمایا۔

اصبت | سچ کہتے ہو (یعنی مجھے یہ فائدہ بھی مقصود ہے)

یہ سنتے ہی حضرت ابوذر رضؓ تعالی کی رگ حمیت پھڑک اٹھی، غیرت کا خون پیشانی پر جوش مارنے لگا۔ کفار قریش پر آگ ہو گئے جوش و خروش میں اس وقت آپ کے یہ الفاظ تھے۔

لا ارجع حتی اصرخ بالاسلام فی المسجد | میں نہیں جا سکتا جب تک (کلمہ) اسلام کے ساتھ مسجد حرم میں جا کر نہ چیخوں۔

حتی کہ غیظ میں آکر قسم کھا بیٹھے بخاری کا جملہ ہے۔

والذی نفسی بیدہ لاصرخن بھا بین ظھرانیھم۔ | قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ان کافروں کے درمیان میں جا کر چیخوں گا۔

اور کہتے ہوئے سیدھے مسجد حرم میں داخل ہوئے، قریش کا مجمع موجود تھا ٹھیک ان کے درمیان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں گھس کر نہایت اونچی آواز میں۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ	میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں،
واشھد ان محمداً رسول اللہ	اور محمد اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔

کا نعرہ بلند کیا، قریش میں اس کے سننے کی کب تاب تھی، "صبوت، صبوت، صبوت" کہتے ہوئے ان پر جھپک پڑے اور دھجی کھول کر مارنا شروع کیا۔ مگر ان کی زبان پر بدستور کلمہ شہادت جاری تھا۔ لات، گھونسے، ڈھیلے، لکڑیاں پڑ رہی تھیں لیکن کوئی پرواہ نہیں کہ یہاں صرف دکھانا یہی تھا کہ قریشیوں کے ان زنانہ حرکات سے ابوذر کا دل کبھی نہیں کانپ سکتا۔ ہر بن مو کی زبان حال سے آواز آرہی تھی۔

کن رہا تیرے کہ دارم ذوق پیکان دگر۔

خدا جانے اس مارپیٹ کا سلسلہ کب تک جاری رہتا مگر حسن اتفاق سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادھر گذر ہوا۔ آپ نے قریش کو مخاطب کرکے فرمایا۔

"ارے کیا کرتے ہو، انھیں پہچانتے ہو، کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے جدھر سے تمہارے شامی تاجروں کا راستہ ہے"۔ چوں کہ حضرت عباس رضؓ قبیلے کے مقتدر لوگوں میں سے تھے، مکہ والے آپ کا خیال کرتے تھے، لوگوں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت ابوذر غفاری اُٹھے خوش تھے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے شک کا جواب میں نے عملاً دیدیا ہے؛ مگر پھر بھی دل کو تسلی نہیں ہوتی تھی بخاری میں ہے کہ دوسرے دن اسی طرح پھر حرم پہونچے اور کلمہ شہادت کو بآواز بلند پڑھنا شروع کیا؛ قریش اس وقت حضرت عباس رضی اللہ کے خیال سے باز آئے تھے آج پھر وہی معاملہ دیکھ کر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ کو خدشہ لگا ہوا تھا آئے۔ تو کل ہی کا واقعہ پیش نظر تھا۔ پھر آپ نے لوگوں کو سمجھایا۔ فرمایا کہ

کیا تمہارا ارادہ ہے کہ قریش کے قافلے لوٹے جائیں"۔ آخر کیا کرتے ہو"

بدستور سابق آپ کو دیکھ کر کفار رُک گئے۔ بہرکیف جب حضرت ابوذر نے اچھی طرح عملی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن اقدس میں ثابت کردیا کہ ابوذر رضؓ اس لئے نہیں جاتا کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں گھس کر نہایت اونچی آواز میں۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ	میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں،
واشہد انّ محمداً رسول اللہ	اور محمد اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔

کا نعرہ بلند کیا، قریش میں اس کے سننے کی کب تاب تھی، "صبوت، صبوت" کہتے ہوئے ان پر جھک پڑے اور جی کھول کر مارنا شروع کیا۔ مگر ان کی زبان پر بدستور کلمہ شہادت جاری تھا۔ لات، گھونسے، ڈھیلے، لکڑیاں پڑ رہی تھیں لیکن کوئی پرواہ نہیں کہ یہاں صرف دکھانا ہی تھا کہ قریشیوں کے ان ظالمانہ حرکات سے ابوذر کا دل کبھی نہیں کانپ سکتا۔ ہر بن مو کی زبان حال سے آواز آ رہی تھی۔

کن رہا تیرے کہ دارم ذوق پیکان دگر۔

خدا جانے اس مار پیٹ کا سلسلہ کب تک جاری رہتا مگر حسن اتفاق سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادھر گذر ہوا۔ آپ نے قریش کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"ارے کیا کرتے ہو، انھیں پہچانتے ہو، کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے جدھر سے تمہارے شامی تاجروں کا راستہ ہے"۔ چوں کہ حضرت عباس رضہ قبیلے کے مقتدر لوگوں میں سے تھے، مکہ والے آپ کا خیال کرتے تھے، لوگوں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت ابوذر غفاری اٹھے خوش تھے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے شک کا جواب میں نے عملاً دیدیا ہے! مگر پھر بھی دل کو تسلی نہیں ہوتی تھی بخاری میں ہے کہ دوسرے دن اسی طرح پھر حرم پہونچے اور کلمہ شہادت کو بآواز بلند پڑھنا شروع کیا، قریش اس وقت حضرت عباس رضی اللہ کے خیال سے باز آئے تھے آج پھر وہی معاملہ دیکھ کر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ کو خدشہ لگا ہوا تھا آئے۔ تو کل ہی کا واقعہ پیش نظر تھا۔ پھر آپ نے لوگوں کو سمجھایا۔ فرمایا کہ

کیا تمہارا ارادہ ہے کہ قریش کے قافلے لوٹے جائیں۔ "آخر کیا کرتے ہو"

بدستور سابق آپ کو دیکھ کر کفار رک گئے۔ بہر کیف جب حضرت ابوذر نے اچھی طرح عملی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن اقدس میں ثابت کر دیا کہ ابوذر رضہ اس لئے نہیں جاتا کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ والوں کے مظالم سے ڈر گیا ہے بلکہ صرف اس لئے اس آستانے کو چھوڑتا ہے جس کا چھوڑنا اسے کسی طرح منظور نہیں کہ حضور کے ارشاد کی تعمیل اور خدا کے دین کی اشاعت و نشر کے اہم فریضہ کی انجام دہی اسے مطمح نظر ہو۔

اس کے بعد آپ مکہ معظمہ سے بصد حسرت و یاس رخصت ہوئے۔

مکہ معظمہ سے روانگی اور دعوت کی ابتداء

میں نے بہت تلاش کیا کہ دیار یار سے الگ ہونے والے مسافر کا حال اس وقت کیا تھا۔ لیکن آثار و کتب سے مایوسانہ جواب ملا، بچھڑنے والے، اپنے دل پر ہاتھ رکھیں، اور جو کچھ آج سے تیرہ سو برس پیشتر مکہ کے کسی وادی میں ایک گھائل دل پر گذر رہا تھا اس کا اندازہ کریں۔ چلے جاتے تھے اور تبلیغ کا خیال ساتھ تھا جس مقام میں آپ کے بھائی اور والدہ فروکش تھیں پہونچے۔ حضرت انیس رضؓ تعالیٰ منتظر تھے نہایت گرم جوشی سے ملے اور پوچھا کہ

آپ نے کیا کیا" بولے کرا اور کیا کرتا"، اسلمت وصدقت مسلمان ہوگیا اور (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کی۔ حضرت انیس رضی اللہ کے دل میں بھی وہ نور مکہ ہی میں چمک چکا تھا۔ وہاں بیٹھے تھے یہ سنتے ہی فرمایا۔

مالی رغبة عن دینك فانی قد اسلمت وصدقت۔	مجھے آپ کے دین سے انکار نہیں۔ اور میں مسلمان ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کی تصدیق کی۔

حضرت ابوذر رضؓ کے تبلیغی مہم کی یہ پہلی کامیابی تھی۔ جو کچھ مسرت ہوئی ہوگی وہ ان کا دل جانتا تھا۔ یا وہ جان سکتے ہیں جنھوں نے کبھی کسی بھٹکے ہوئے گمراہ انسان کو صراط مستقیم کی ہدایت کی ہو اور کامیاب ہوئے ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد آپ نے حضرت انیس رضؓ کے سامنے اس عہدہ کا بھی ذکر کیا جو آپ کو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا کیا گیا تھا اور ان کو بھی اس میں شریک کیا فرماتے ہیں کہ اس کے بعد

فاتینا امنا	ہم دونوں بھائی مل کر والدہ کے پاس آئے۔

اور اسلام پیش کیا۔ آپ کی والدہ نے سعادتمند بیٹوں کو مسلمان دیکھ کر فرمایا، مجھے بھی اس دین سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی نفرت نہیں، (دیکھو!) میں مسلمان ہوئی۔ اور جن چیزوں کو تم دونوں نے تصدیق کی میں بھی اس کی تصدیق کرتی ہوں۔"

وانذر عشیرتک الاقربین | اپنے قبیلہ کے قریب لوگوں کو خدا سے ڈراؤ۔

کا پہلا فرض گویا پورا ہوگیا۔ دونوں بھائی نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ روایات کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر رضؓ نے فرمایا کہ قریش مجھ پر بہت ظلم کر چکے ہیں۔ اس عرصے میں انھوں نے مجھے بہت ستایا ہے، مجھے عقلاً اور قانوناً حق پہونچتا ہے کہ ان سے انتقام لوں۔ اور انشاء اللہ اسی انتقام کے ذریعہ سے مقصد میں بھی کامیابی ہوگی۔

عسفان کی گھاٹیوں میں جا کر چھپنا۔

رائے اس پر مستقر ہوگئی، مع والدہ اور بھائی کے آپ عسفان کی ایک گھاٹی (جو تجار قریش کے راستے میں واقع تھی) میں جا کر ٹھہر گئے اور معمول کر لیا کہ اس راہ سے جو قافلہ کفار قریش کا گذرے گا اسے لوٹ لیتے، جب ان پر قبضہ ہوجاتا، اس کے بعد فرماتے اگر تم خدا کی یکتائی پر گواہی دیتے ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرتے ہو، تو سارا مال ابھی واپس کر دیا جائے گا اور اگر انکار کروگے، تو یاد رکھو ایک حبہ کے مستحق نہیں ہوسکتے۔

قریش آپس میں مشورہ کرتے، کہ وہی ابوذر رضؓ (یعنی جو مکہ میں عام طور سے مشہور ہے اور اس پر وہاں بہت ظلم ہوئے ہیں) ایسا کہتا ہے۔ کیا کرنا چاہیئے۔

بعض ایمان لے آتے تھے، اور بعض کفر ہی پر قائم رہتے۔ جو مسلمان ہوجاتا تھا آپ اس کا سارا مال دانہ دانہ رتی رتی کر کے واپس فرما دیتے، جو انکار کرتا تھا اُسے یہ یک بینی و دوگوش روانہ کردیتے۔

جو لوگ یہاں مسلمان ہوتے تھے مکہ معظمہ میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے تھے، اور اس طرح روز بروز اسلام کی تعداد میں ایک وافر اضافہ کی صورت نکل آئی۔ حضرت ابوذر رضؓ جس کام پر مامور کیئے گئے تھے خدا کے فضل سے اس میں غیر متوقع کامیابی ہو رہی تھی۔ اس واقعہ میں سب سے زیادہ غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ اگر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر ایمان لانے والے محض مال کی طمع سے مسلمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے تھے تو ان کے لئے بالکل ممکن تھا کہ مکہ میں جا کر بھیر جاتے، لیکن تاریخ اس کی ایک نظیر بھی پیش نہیں کرتی۔ جو مسلمان ہوتا تھا بس ہمیشہ کے لئے ہوتا تھا! کہ حق و صداقت کی روشنی دلوں میں خواہ کسی وسیلے سے بھی ہو جب صحیح طور پر اتر جاتی ہے تو دیکھا گیا ہے کہ پھر وہ بہت مشکل سی بجھتی ہے۔

الغرض عسفان کی گھاٹیوں میں آپ ایک زمانہ تک نہایت دلیری کے ساتھ اسلام کے اس اہم خدمت کو انجام دیتے رہے۔ باوجودیکہ یہ کل تین آدمی تھے اور اس میں بھی تیسری آپ کی والدہ ایک بوڑھی عورت تھیں۔ لیکن منقول نہیں کہ آپ کو کبھی، کفار مکہ سے عسفان میں کوئی گزند پہونچا۔ کہ منصب تبلیغ پر پہونچنے والوں کے لئے۔

واللہ یعصمک من الناس	خدا تمہیں آدمیوں کی شرارت سے محفوظ رکھے گا۔

کا وعدہ یزدانی موجود ہے۔

وطن کی طرف مراجعت ٹھیک میں نہیں بتا سکتا کہ حضرت ابوذر عسفان میں کب تک رہے۔ لیکن مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہجرۃ سے پہلے غفار میں پہنچ چکے تھے[1]۔ عجیب بات ہے کہ جن غفاریوں نے آپ کو محض خام توحید کی بناء پر اس درجہ رنج پہونچایا تھا کہ ترک وطن پر مجبور ہوئے تھے آج حق و صداقت کی کشش و رعب کو دیکھو! کہ بغیر کسی مادی کد و کاوش کے بعض تو پہلی ہی تبلیغ میں ایمان لے آئے، اور بعضوں نے کہا، کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئیں گے تو ہم لوگ اس وقت پورے مسلمان ہو جائیں گے[2]۔

قریب ہی آپ کے حلیف اسلم کا قبیلہ آباد تھا وہاں بھی آپ پہونچے، اور جو کچھ اپنے دل میں لگا کر لائے تھے دوسروں میں بھی اسی کو لگانا شروع کر دیا۔ چونکہ روز بروز کامیابی ہو رہی تھی اس لئے آپ کو اس سے از حد دلچسپی ہو گئی۔ اخیر میں ان کا شغف اس درجہ ترقی پذیر ہوا کہ آپ اس وعدہ کو بھی پورا نہ کر سکے۔ جو مکہ سے چلتے وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ کہ میں دیکھتا رہوں گا کہ آپ کو جنگ کی اجازت کب ملتی ہے۔ جب مل جائے گی فوراً حضور سے آملوں گا[3]۔

---

[1] صفحہ ۱۷۵ جلد ۵ مسند امام احمد ۱۲ [2] مسند امام احمد صفحہ ۱۷۵ ج ۵ ۱۲ [3] صفحہ ۱۷۳ ج ۵ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنہ، نے حضور کا دامن تھام لیا۔ اور اس مضبوطی سے تھاما، کہ پھر کبھی الگ نہیں ہوئے۔

امارت مدینہ | روز بروز آپ کا اقتدار و اعزاز دربار نبوی میں بڑھ رہا تھا۔ حتی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذات الرقاع[51] میں آپ تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ کا امام آپ ہی کو بنایا۔ اور نہ صرف آپ ہی امیر ہوئے بلکہ آپ کے صدقہ میں غفاریوں کو بھی کبھی کبھی یہ عہدہ ملا۔ مثلاً غزوہ دومۃ الجندل کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سباع بن عرفطۃ الغفاری کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تھا[52]

ردافت کی عزت | عرب میں عام طور سے دستور تھا کہ جب اونٹ پر سوار ہوتے، تو اپنے کسی خاص آدمی کو اپنا ردیف بنا لیتے تھے۔ جو سوار کی کمر کو تھام لیتا تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی کسی کو اپنا ردیف بناتے تھے۔ حجۃ الوداع میں آپ کے ردیف آپ کے چچازاد بھائی الفضل بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین، کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ردافت ایک بڑا عہدہ جلیل تھا جس شخص کو آپ یہ عزت دیتے تھے تو عموماً وہ ردیف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔

ہمارے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ بھی اس عزت سے سرفراز کئے جاتے تھے۔ نہ صرف اونٹوں پر، بلکہ حضور چھوٹی چھوٹی سواریوں میں بھی مثلاً گدھے وغیرہ کے حضرت ابوذر کو اپنے پیچھے بٹھا لیا کرتے، اور آپ سے باتیں کرتے ہوئے راستہ طے فرماتے تھے[53]۔

خدمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم | اور صرف ردافت ہی نہیں، بلکہ زمانے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ خادم بھی رہے ہیں۔

---

[51] اس جنگ کا نام ذات الرقاع (یعنی لتوں والی لڑائی ہے) وجہ یہ تھی کہ راستہ نہایت سنگلاخ اور پتھریلا تھا جس سے اکثروں کے پاؤں پھٹ گئے تھے۔ لوگوں نے اس لئے پاؤں میں لتے باندھ لئے تھے۔ چوں کہ ذات الرقاع صحیح روایات کی بنا پر خندق کے بعد واقع ہوا ہے۔ اس لئے حضرت ابوذر کا امیر مدینہ ہونا کوئی بعید نہیں۔ والتفصیل زاد المعاد ۱۲

[52] زاد المعاد صفحہ ج ا ۔ ۱۲

[53] طبقات ابن سعد صفحہ ۱۲۸ مسند احمد وغیرہ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی خدمت سے بہت زیادہ خوش تھے، ایک دن کا واقعہ ہے، کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت سے فارغ ہو کر کچھ رات گذرے مسجد نبوی میں سونے کے لئے آئے، چونکہ اس دن زیادہ کام کیا تھا اس لئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دل دہی کے لئے تھوڑی دیر کے بعد مسجد میں تشریف لائے۔

حضرت ابوذر سو چکے تھے آپ نے انگوٹھے کے اشارہ سے جگایا، گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ آپ نے پوچھا، ابوذر کیا ہے۔ اس دن کیا کرو گے جب اس سے (مسجد نبوی سے) تم نکالے جاؤ گے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ دربار نبوت میں بہت زیادہ شوخ تھے، بولے۔

"اپنی تلوار سونت لونگا، اور جو مجھے یہاں سے نکالے گا اس کی گردن اڑا دوں گا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھایا اور دعا کرنے لگے:

"اے خدا! ابوذر کی مغفرت فرما!"

اس کے بعد حضرت ابوذر کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا۔

ابوذر! نہیں، ایسا نہ کرنا، جو بھی تجھ پر حاکم ہو، اگرچہ غلام حبشی کیوں نہ ہو جس کی ناک کان اکھڑی ہوئی ہو۔ تجھے اس کی اطاعت چاہئے۔ وہ جدہر کھینچے، کھنچ جانا، جدہر ہانکے، چلا جانا[1]"

اور ایسا ہی ربذہ میں ہوا جس کی تفصیل آتی ہے۔

صاحب اسرار النبی صلی اللہ علیہ وسلم — آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص خصوصیت یہ بھی تھی۔ حضور نے بہت سے اسرار آپ کو بتائے تھے لوگ جب آپ سے کوئی حدیث پوچھتے تو فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسرار بتائے ہیں وہ اگر پوچھتے ہو، تو نہیں بتاؤں گا اس کے علاوہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو[2]۔

درد محبت — اگرچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ کے اکثر حالات میں تفتہ جگروں کو اس ٹیس کے

---

[1] مسند احمد بن حنبل وغیرہ ۱۲ – [2] مسند احمد بن حنبل صفحہ ۱۶۵ ج ۵ مطبوعہ مصر ۱۲ منہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھلے کھلے نشانات ملتے ہیں جس کے بغیر مومن مومن نہیں ہوتا۔ لیکن بعض واقعات خاص طور پر عبرت انگیز ہیں جس سے محب و محبوب کی باہمی لگاوٹوں کا ایک دلفریب مرقع سامنے کھنچ جاتا ہے۔

حضرت ابوذر کا یہ حال تھا کہ اکثر جب حدیث جاناں کا ذکر فرماتے۔ تو کہتے:

اوصانی حبیبی بثلاث۔ بصلوۃ الضحیٰ والوتر قبل النوم والصیام ثلثۃ ایام من کل شھر[1]	میرے محبوب نے مجھے تین باتوں کی وصیت کی ہے چاشت کی نماز کی اور وتر سونے سے پہلے پڑھ لیا کروں ہر مہینے میں تین روزے رکھا کروں۔

اور اخیر میں فرمادیتے، کہ میں اس کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ اسی طرح ایک دوسری وصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اوصانی حبی بخمس ارحم المساکین واجالسھم وانظر الی ما ھو تحتی ولا انظر الی ما ھو فوقی وان اصل الرحم وان اقول الحق ولو کان مرا وان اقول لاحول ولا قوۃ الا باللہ[2]	میرے محبوب نے مجھے (اور) پانچ باتوں کی وصیت کی، یہ کہ مسکینوں پر مہربانی کروں، اور انھیں کے ساتھ نشست وبرخاست رکھوں، ہمیشہ اپنے سے ابتر حال والوں پر نظر رکھوں اور اپنے سے بہتر حال والے کو نہ دیکھوں۔ اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کروں، اور سچ بولوں، اگرچہ تلخ کیوں نہو، اور کہتا رہوں، کہ گناہوں سے باز نہیں رہ سکتا؛ اور نہ فرماں برداری پر قادر ہو سکتا ہوں۔ مگر صرف خدا کی مدد سے؛

الغرض یہ خاص آپ کا طرز تھا کہ ان کا نام جن کی زندگی کی قسم آسمانوں پر رحمٰن مقدر کھاتا تھا حبیبی یا خلیلی کے لفظ سے تعبیر کیا کرتے کبھی کبھی تو حالت بہت غیر ہو جاتی تھی۔ حدیث بیان نہیں کر سکتے تھے۔ گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ احنف بن قیس راوی ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ کو بیت المقدس کی مسجد میں ایک حدیث بیان کرتے ہوئے دیکھا صرف اتنے لفظ کہہ کر کہ مجھے میرے

[1] مسند احمد ۱۲ ؁ [2] مسند احمد ۱۲ ؁

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی، چیخ مارتے تھے، پھر لوٹاتے، کہ مجھے میرے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی، اور چیخ مارتے، پھر یہی کہتے کہ مجھے میرے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی۔ اور چیخ مارتے، حتیٰ کہ تیسری بار ضبط کر کے آپ نے حدیث بیان کی[1]

ایک دن حضرت ابوذر کو خیال گزرا کہ آج تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر لیتے ہیں لیکن جنت میں کیا ہوگا۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بہشت میں ہوں گے اور میرا وہاں جانا نہ جانا، مشکوک ہے کہ جنت کا استحقاق تو آنحضرت کی اتباع کامل سے ہوتا ہے، اور ہم میں یہ کب ہے۔

الغرض اس کا خلجان اس قدر بڑھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور پوچھا، کہ یا رسول اللہ ایک آدمی ہے جو کسی کو پیار کرتا ہے، اس سے اسے محبت ہے، لیکن اس میں استطاعت نہیں کہ اپنے محبوب کے مانند تمام اعمال و افعال کو بجا لائے، (پھر اس کا قیامت میں کیا حال ہوگا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر رض کے مقصد کو پہونچ گئے! اور فرمایا اے ابوذر تم تو اسی کے ساتھ رہو گے، جس کو پیار کرتے ہو۔ حضرت ابوذر بیتاب ہو کر چلائے کہ یا رسول اللہ، میں تو اللہ اور اس کے رسول کو پیار کرتا ہوں اور انھیں کو دوست رکھتا ہوں۔ سرور کائنات صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ نے فرمایا۔

"تو اے ابوذر! تم اس کے ساتھ ہو گے جسے چاہتے ہو، تم اس کے ساتھ رہو گے جسے چاہتے ہو، تم اس کے ساتھ رہو گے جسے چاہتے ہو"[2]

شہیدان محبت کے لئے حضرت ابوذر کا یہ سوال، انشاء اللہ بہت زیادہ ہمت افروز، حوصلہ افزا ہے۔ اعمال میں کمزوریاں ضرور ہیں، اتباع اسوۂ نبویہ ضرور نایاب ہے لیکن،

انت مع من احببت	تو ان کے ساتھ ہے جس کو دوست رکھتا ہے۔

کی ایسی سچی زبان صلوات و علیٰ صاحبہ و سلامہ کے امواج صادقہ ہیں جس کی سچائی کی امید نہ

[1] مسند احمد صفحہ ۱۴۴ ج ۵ [2] مسند احمد ۱۲ ج ۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رکھنی کفر ہے۔ تم محبت کرکے دیکھو! دیکھنا، کہ اتباع کے لئے جوڑ جوڑ بند، ظاہر باطن بخود مضطر ہوگا مدعیانہ دعویٰ ہے کہ محبت بھی ہے اور قبر پرستی بھی ہے۔ محبوب عین وفات کے وقت فرماتا ہو۔

لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاھم مساجد (بخاری) — لعنت خدا کی یہود و نصاریٰ پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیں۔

اور تم مرتے دم تک اپنی پیشانیاں قبروں سے الگ کرنا نہیں چاہتے۔ انبیاء تو خیر اولیاء کے ساتھ تم پر کر گذرے۔

بہرکیف یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا بات دور جا پڑی، مجھے لگاوٹ کے تعلقات کو دکھانا ہے حضرت ابوذر کا جو حال تھا وہ تو معلوم ہو چکا۔

اب شان محبوبی کے جلوہ فرماؤں کا بھی نظارہ کرو، جانبازوں کے ساتھ کیا نوازشیں تھیں کیا کچھ خاطر مدارات تھیں۔ یوں تو واقعات بکثرت ہیں لیکن سب سے نمایاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مرض کا ایک واقعہ ہے حضور صاحب فراش ہیں مرض شدت پذیر ہے عین اسی حال میں حکم ہوتا ہے کہ ابوذر کو بلاؤ، لوگ دوڑتے ہیں لیکن وہ وارفتہ جمال نبوی، خدا جانے کدھر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں جب واپس ہوئے، اور معلوم ہوا، کہ طلبی ہوئی تھی، ہانپتے کانپتے آستانہ پر پہونچے۔ باریابی ہوئی۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ وہ لیٹے ہوئے تھے ضعف سے اُٹھ نہ سکے۔ میں ان کی طرف جھکا، اس وقت ان کے دونوں ہاتھ بڑھے اور مجھے اپنے صدر منشرح سے چمٹا لیا[1] پھر اس کے بعد کیا ہوا۔ اس کا پورا علم تو حضرت ابوذر کو ہوگا۔ تاہم اتنا تو دنیا کو بھی معلوم ہوا، کہ اس کے بعد، ابوذر رضی اللہ عنہ سے پندار خودی آرزو خواہش کی خس و خاشاک جل کر کچھ اس طرح بھسم ہوئے، کہ پھر کبھی نہیں اُگے،

مطلع سینہ نبوی سے ابوذر کے پہلو میں وہ درد اُترا جس کے بعد انسان ہمیشہ مجنون و دیوانہ مشہور ہوا ہے۔

صحبت نبویہ کے آثار — محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ الذین آمنوا معہ (بلکہ وہ بھی جو آپ کے ساتھ نہ تھے، پر آپ کے زمانہ میں نہ تھے) کے باہمی تعلقات کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہمارے سامنے

---

[1] مسند احمد بن حنبل الامام ۱۲ ج

www.KitaboSunnat.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس تمثیلی بیان سے زیادہ موثر کوئی چیز نہیں، کہ اپنے مکتوبات میں ایک مقام میں ارقام فرماتے ہیں۔

"آفتاب جگر آسمان پر تھرا ہوا، جلوہ فروز ہوتا ہے، دھوبی اپنے کپڑے، صاف کرکے اس کی گرم گرم شعاعوں کے سامنے، ان کپڑوں کو پھیلا کر، کھڑا ہو جاتا ہے۔

مگر تاثیر کی یہ بوقلمونی، کس درجہ اعجوبہ پرواز ہے، کہ کپڑے آناً فاناً، سفید ہوتے جاتے ہیں اور دھوبی کا چہرہ اسی دھوپ میں اسی وقت، ایک ہی ہوا میں، اسی نسبت کے ساتھ سیاہ پڑتا جاتا ہے۔"

تم دیکھتے ہو، کہ عرب کے ایک ساحل شہر، طیبہ میں ایک نبوی آفتاب چمک رہا ہے، اس کے اردگرد سیکڑوں دل، ہزاروں روحوں کا اجتماع ہے۔

لیکن وہ جنھیں، لوگ افضل البشر بعد الانبیاء کہتے ہیں، صدیقیت کے رنگ کو اپنے اندر اس کی کرنوں سے پختہ کر رہا ہے، کسی میں فاروقیت یا حق و باطل، کی قوت ممیزہ شدت پذیر ہو رہی ہے۔ کوئی ہے، جو اپنے، روح و جسم میں حیا کے تمام شعبوں کی تکمیل میں مصروف ہے، کسی کا سینہ، علوم و معارف کے لئے، یوماً فیوماً منشرح ہو رہا ہے۔ ادھر جہاں ہے، وہیں چند اشقی القوم ایسے بھی ہیں جن کے قدم جہل و تیرہ درونی کی سیاہ کیچڑوں میں دھنس رہے ہیں گمراہی و شرارت کے لعب و شعلوں میں گھسے جاتے ہیں

تبٰرک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شیٔ قدیر ن الذی خلق الموت والحیوۃ۔	مبارک ہے وہ ذات جسکے ہاتھ میں بادشاہت (عالم) کی ہے، اور وہ ہر چیز (خواہ شر ہو یا خیر) پر قادر ہے اسی نے پیدا کیا موت کو (جو ایک شر چیز ہے) اور زندگی کو (جو خیر ہے)

انھیں دلوں میں، ایک دل وہ بھی تھا، جس پر غفاریوں کی، خاندانی، درندگی، کے پردے پڑے ہوئے تھے، اور جس پر لٹیروں کی قساوت، وہوسناکی کا بادل محیط تھا۔ لیکن ان تقہائے تار کے اندر ایک مادہ صالحہ بھی پنہاں تھا۔ جو اسی مدنی آفتاب کے نیچے خوش قسمتی سے آگیا ہے۔

سراج منیر، (آفتاب درخشاں) کی تیز کرنیں، اس پر بھی پڑ رہی ہیں، ابر ہٹ رہے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پردہ چاک ہو رہا ہے، حتیٰ کہ جب ان کی بالکل دھجیاں اڑ گئیں، تو میں تے بعد کو، اور مجھ سی صدیوں پہلے، دنیا کی بہترین جماعت نے وحی یوحیٰ کی صداقت ماب آوازوں میں سنا۔

من سرہ ان ینظر الی زھد عیسی بن مریم فلینظر الی ابی ذر۔	جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے، بس وہ ابوذر کو دیکھے،

حتیٰ کہ جب دیکھنے والوں نے دیکھا، تو بنی اسرائیل کے اس نبی میں جو تائید روح القدس کے پرورش یافتہ تھے، اور محمدؐ (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) کے ادنیٰ فیض پذیرندہ کے زہد میں کوئی فرق نظر نہیں آیا۔ یہ ہمارے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جن کے فطرت میں بطن ام (شکم مادر) سے زہد و تقویٰ، کا تخم موجود تھا، اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، کے آبشار صحبت کی بدولت، وہ اوگا، پھلا پھولا۔ اور اخیر میں اتنے برگ و بار لایا، کہ اس کی شادابی، دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حقیقت جامعہ نبویہ[1] کی شاخ مسیحی کا اسے ایک مکمل نمونہ قرار دیا۔

بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفس صحبت پاک کا ہی اثر تھا، لیکن، اسباب و علل کی تلاش کے بعد، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بہت بڑا، دخل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قوۃ انتخاب، اور طریقہ تعلیم کو بھی تھا، آپ جس شخص میں جس چیز کی مناسبت دیکھا کرتے، اس کو اسی قسم کی تعلیم دیتے تھے، جیسا کہ انشاء اللہ، کچھ تھوڑی بہت تفصیل اس کی آیندہ پڑھو گے، تم کو وہیں ان سلف صالح کی اس ارشاد مستقیمہ کی صداقت بھی معلوم ہوگی؛ جو فرماتے آئے، کہ حدیث و قران سے، تکمیل روح انسانی کے لئے ضرورت ہے، کہ کسی شیخ طریقت، کی حلقہ بگوشی بھی اختیار کی جائے،

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی شان مبارک میں ارشاد فرمایا ہے۔

اوتیت علم الاولین والاخرین	اگلوں اور پچھلوں کے تمام علوم و معارف (متعلقہ تشریع) مجھے دیئے گئے۔

اس لحاظ سے آپ کی ذات تمام انبیاء علیہم السلام کے حقائق کی جامع تھی، صحابہ پر ان حقیقتوں میں سے کسی ایک کا پرتو پڑتا تھا اور وہ اسی میں مجتہد اور کامل ہو جاتے تھے۔ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ یہ ہے، کہ گو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ، بصورت قرآن، وآثار وحدیث، ہمارے سامنے ہے، لیکن، آج وہ قوت انتخابیہ کہاں ہے، جو جانچ لے، کہ فلاں شخص کے لیے، فلاں تعلیم کی ضرورت ہے۔

حضرات صوفیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہیں خدا اس قوت کو پیدا فرماتا ہے، اور وہ اپنے وابستوں کی جبلت کا اندازہ کرکے، ان کے مناسب ارشاد و تعلیم فرماتے ہیں۔ لیکن یہ باتیں اس وقت کی تھیں، جب تک کہ ان سلف کے خلف شہوات، واضاعۃ صلوات، کی طرف مائل نہ ہوئے تھے ورنہ آج، ان دشمنان دین احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے، جو خرقہ، و دلق ہیں، قبروں، اور فرضی، روحوں کے آگے، مسلمانوں کو جھکا رہے ہیں، ان سے جہنم کے انگاروں کے علاوہ اور کیا مل سکتا ہے؟

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰت واتبعوا الشھوٰت	پھر ان کے جانشین آئے، جنھوں نے نمازیں برباد کیں اور خواہشوں کی پیروی کی (مثلاً خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ

صرف ہماری عبادت کرو، مجھی سے مانگو، لیکن اس کی خواہش کہتی ہے کہ قبروں سے بھی مانگو، روحوں کو بھی پوجو، پس وہ اسی کی پیروی کرتے ہیں)۔

آہ! کہ ع ابوالقاسم محمد زندہ بودے۔

الا ماشاء اللہ، اور ڈھونڈھنے والوں کو، وہ بھی مل ہی جاتے ہیں۔

طریقہ تعلیم نبوی

میں استیعاب تو نہیں کرسکتا تاہم مختصر مختصر طور پر، اس کا ایک دھندلا خاکہ پیش کرنے کی گنجائش بھی پاتا ہوں۔

محبت دنیا | مراتب زہد میں سب سے پہلے جس جذبہ کو دبانا چاہیئے، وہ محبت دنیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے دھن و دولت کی مذمت فرماتے، خود ابوذر رضؓ فرماتے ہیں کہ میں کہیں (غالباً یہ مدینہ آنے سے پہلے کا واقعہ ہے) کی طرف ایک

www.KitaboSunnat.com

دن جا رہا تھا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دیوار کے سائے میں جلوس فرما تھے، دور سے مجھے دیکھا، اور جب میں قریب ہوا۔ تو آپ فرمانے لگے۔

هم الاخسرون ورب الكعبة۔	وہی برباد و تباہ ہیں قسم ہے کعبہ کے رب کی،
هم الاخسرون ورب الكعبة۔	وہی برباد و تباہ ہیں قسم ہے کعبہ کے رب کی،

حضرت ابو ذر کو خیال ہوا، کہ شاید میرے متعلق آپ پر کوئی وحی نازل ہوئی، سانس چڑھ گئی دوڑتے ہوئے آئے اور فرمایا۔

من هم فداك ابي وامي	وہ کون ہیں آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الاكثرون اموالا الا من قال هكذا وهكذا وقليل ما هم۔	زیادہ مال و دولت والے، لیکن جس نے اس طرح اور اس طرح دیا، اور وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کے دھوپے بنا لیے اور آگے، داہیں، باہیں، کی طرف اشارہ فرمایا یعنی جو خوب لے، دے غریبوں کے کام چلائے۔

شام کا وقت ہے، مدینہ کی صحرا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، بغرض سیر تفریح تشریف لے جاتے ہیں، حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ ہیں۔ سامنے احد کا پہاڑ نظر آیا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا "ابو ذر!"

حضرت ابوذر۔ لبیک یا رسول اللہ۔

آپ نے فرمایا۔

"اے ابو ذر، اگر اس احد کے برابر بھی ہمارے پاس سونا ہو، تو میں اس کو بالکل پسند نہیں کروں گا کہ وہ ہمارے یہاں تیسرے دن تک رہ جائے۔

لیکن صرف اس قدر حصہ جو قرضداروں کے لیے میں رکھ چھوڑوں، میں سب کو ادھر ادھر اللہ کے بندوں پر تقسیم کر دوں" اور پھر اسی طرح دھوپے بنا بنا کر آپ داہیں باہیں، اشارہ فرمانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے :

حضرت ابوذر فرماتے ہیں۔ ہم پھر آگے، چلے آپ نے تھوڑی دیر کے بعد پھر ارشاد فرمایا،

"ابوذر! وہی بے دولت ہیں، جو دولت والے ہیں مگر صرف وہ جو ادھر دے، ادھر دے[1]

حضرت ابوذر حضور کے ساتھ ہیں، آپ نے فرمایا "اے ابوذر!" "تین آدمی ایسے ہیں، جنھیں خدا پیار کرتا ہے، اور تین ہی ایسے ہیں، جن سے خدا کو بغض ہی،

پس وہ جنھیں خدا پیار کرتا ہے، ان میں ایک وہ شخص ہے کہ ایک فقیر، اس قبیلے میں آتا ہے، اور قرابت کا واسطہ دے کر نہیں، بلکہ، خدا کا واسطہ دے کر اُن سے کچھ مانگتا ہے اور قبیلے کے لوگ اسے کچھ نہیں دیتے ہیں۔ لیکن وہی چپ چاپ اٹھتا ہے، اور چھپا کر، اس کے کچھ اس طرح حوالہ کر دیتا ہے کہ اس کی خیرات کا علم بجز خدا اور لینے اور دینے والے کے علاوہ کسی کو نہیں۔

دوسرا وہ ہے جو کسی قافلہ کے ساتھ رات کو چلتا ہے، حتی کہ جب قافلہ پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کسی مقام میں اتر پڑتے ہیں، اور تکیوں پر سر رکھ کر، سو جاتے ہیں۔ لیکن وہ تھکا ہوا مسافر، اکیلا، خدا کے آگے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی خوشامدیں کرتا ہے، اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے؛

تیسرا وہ ہے جو کسی جنگ میں شریک ہے، دشمنوں سے سپاہیوں کی مٹھ بھیڑ ہو جاتی ہے۔ اتفاق سے مسلمانوں کو شکست ہوتی ہے اس وقت وہ سینہ تانے آگے بڑھتا ہے۔ پھر یا قتل ہو جاتا ہے، یا مظفر و منصور واپس ہوتا ہے۔

اور جن سے خدا بغض رکھتا ہے، وہ بڈھا زانی، اور قلاش بانکا، اور ظالم دولتمند ہے۔[2]

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جو لوگ آج اونٹوں، بکریوں، گایوں کے مالک ہیں اور اس کی زکوۃ ادا نہیں کرتے۔ قیامت کے

---

[1] مسند احمد ج ۵

[2] مسند احمد ج ۵

www.KitaboSunnat.com

دن، ان کے یہ ڈنگر بہت بڑے، اور موٹے ہو کر آئیں گے؛ اور جب تک اعمال کا فیصلہ نہ ہوگا، کوئی اپنے مالک کو سینگوں سے مارے گا، کوئی اپنے قدموں سے کچلے گا، ایک قطار جب ختم ہو جائے گی تو دوسری آئے گی، اور وہی درگت بنائے گی۔[۵۱]

حضرت ابوذر رضؓ یہ حدیث تو آخر عمر میں اکثر پڑھا کرتے تھے۔

کہ مجھ سے میرے محبوب نے عہد کیا، کہ جس نے سونا، چاندی، پر گرہ لگائی، وہ ان کے مالک پر انگارے ہیں[۵۲]

اور نہ صرف یہ حدیثیں، بلکہ ایسی سیکڑوں۔ اقوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتب احادیث میں موجود ہیں، جن میں حضرت ابوذر کی تعلیم کا خصوصیت کے ساتھ پتہ چلتا ہے؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں۔

"ابوذر! مسجد میں، جو سب سے زیادہ بلند رتبہ کا آدمی ہو دیکھو وہ کون ہے"

حضرت ابوذر کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایک آدمی کو جس کے بدن پر، نہایت قیمتی جوڑا تھا، دیکھا، اور اشارہ کیا، "کہ حضور وہ ہے" آپ نے فرمایا "اچھا اب دیکھو! ان میں سب سے زیادہ گرا ہوا کون ہے" حضرت ابوذر کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایک مسکین کی طرف، جو نہایت پھٹے پرانے لتے میں لپٹا ہوا تھا۔ اشارہ کیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا۔

"خدا کی قسم، قیامت کے دن اسکا (یعنی پھٹے پرانے کپڑوں والے کا) وزن نیکی، اور بھلائی میں ایسوں سے (یعنی اچھے قیمتی حلہ والوں سے)، تمام زمین کے وزن کے برابر زیادہ ہوگا"[۵۳]

---

۵۱ مسند احمد اس حدیث میں یہ بات قابل لحاظ ہے، کہ ڈنگروں پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے، جب کہ وہ یا تو تجارت کی غرض سے پالے گئے ہوں یا ان کا اکثر زمانہ چرائی میں بسر ہوتا ہو، ورنہ گھر پر کھانے والے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں ۱۲

۵۲ اس حدیث کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا خاص قصہ اور فتوےٰ ہے، ناظرین اس کو یاد رکھیں، تمام تمہید اسی کے لئے ہے۔ ۱۲

۵۳ مسند احمد ۱۲ ؁

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک دن، معاش سے تنگ آکر، سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، اور درخواست کی، کہ حضور مجھے، کسی صوبہ کا عامل (گورنر) مقرر فرمائیں، آپ نے صلوات اللہ علیہ وسلامہ سنتے ہی فرمایا۔

یا اباذر انی اراک ضعیفا وانی احب لک ما احب لنفسی لا تامرن علی اثنین ولا تولین مال الیتیم[۱]

ابوذر میں تم کو کمزور پاتا ہوں (یعنی یہ کام تمہاری فطرت کے مناسب نہیں) اور میں تمہارے لئے اسی بات کو پسند کرتا ہوں، جو مجھے اپنے لئے پسند ہی، ہرگز ہرگز تم دو آدمی کے بھی امیر نہ بننا، اور نہ کسی یتیم کے مال کے متولی ہونا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں حضور کی خدمت میں رات کو حاضر ہوا تھا اور صبح تک اصرار کرتا رہا۔ لیکن آپ نے[۲] کسی طرح منظور نہیں فرمایا۔

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ طبیعتوں کی فطری نہاد کا اندازہ بہت ضروری ہی ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو تو اس عہدہ پر خود مامور فرماتے تھے، لیکن حضرت ابوذر رضی کے لئے اسے کیوں ناپسند فرمایا۔

حُبّ مال جو حب دنیا کی، نہایت خار دار شاخ ہی، اس کی نشو ونما میں سب سے زیادہ تامہ بخشنے والی چیز، رئیس اور دوسروں کی دنیاوی ترقیاں ہیں انسان پر کبھی ہستی، ناپائدار، کی اصل حقیقت کا انکشاف ہوتا ہی، اور چند دنوں کے لئے اکثر سلیم الفطرتوں کو اس سے نفرت ہوجاتی ہے، اگر جہاں مالداروں، اور اپنے سے زیادہ دولتمندوں پر نظر پہونچی، ان کے اونچے، مکان، عمدہ لباس، لذیذ کھانے، خوبصورت، پرشوکت سواریاں سامنے گذریں، بس اسی وقت ایک انقلاب پیدا ہوتا ہی، اور اسی کے بعد، زہد وعزلت کے تمام جذبات کو کھو بیٹھتا ہی، روحانی خیالات مغلوب ہو جاتے ہیں، اور دنیا کی ہوس، دل ودماغ پر مسلط ہو جاتی ہی۔

[۱] طبقات ابن سعد ج ۴ صفحہ ۱۱۱ ۱۲ [۲] مسند احمد ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا بھی علاج بتا دیا تھا اور وہ اخیر عمر تک اسی پر عامل رہے، خود حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں -

"میرے خلیل (یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے حکم دیا ہے"

(۱) مسکینوں سے محبت کروں، اور اُن سے ملتا جلتا رہوں،

(۲) اور مجھے فرمایا کہ میں اپنے سے کم رتبہ والے آدمی پر ہمیشہ نظر کروں، اور اپنے سے بلند مرتبہ پر کبھی نگاہ نہ ڈالوں، یہ دراصل اس مرض کا بہترین علاج ہے، فرض کرو، کہ ایک آدمی ہے جسے ململ کا کرتہ اور لٹھے کا پاجامہ پہننے کو، گیہوں کی روٹی، اور گائے کا گوشت کھانے کو، ایک صاف ستھرا مٹی کا مکان رہنے کو ملتا ہے، اب اگر یہ اس شخص پر جس کے پاس گاڑھے کا کپڑا، اور جو کی روٹی، اور پھونس کے جھونپڑے کے علاوہ کچھ نہیں ہے نظر کرے گا، تو اپنی حالت پر شکر کرے گا، اور خواہ مخواہ، ان فضول مصائب میں مبتلا نہ ہو گا، جو اسے اپنے سے زیادہ مالدار، زیادہ قیمتی لباس، عمدہ کھانا کھانے والے پر، نظر کرنے کے بعد، جھیلنے پڑتے، دنیاوی طمانیت، اور اخروی، فوائد، کی یہ بہترین تدبیر ہے، لیکن ہم میں کتنے ہیں۔ جو آج اس پر عامل ہیں، بلکہ میں تو کہتا ہوں، اگر اس اصول پر انسان عمل کرے، تو شاید اسے کبھی کسی قسم کی تکلیف نہیں پہونچ سکتی، دنیا میں اور نہ آخرت میں،

حب مال کے بعد حب دنیا کا دوسرا جزء جاہ و عزت کی محبت ہے، یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک، اور نظام عالم کے فساد کا باعث ہے، دنیا میں بندگان دولت سے جتنے مفاسد، پیدا ہوئے وہ اُن سے بہت ہی کم ہیں۔ جو جاہ پرستوں کی دیوانگیوں سے، ظہور میں آئے،

اس مرض کا اصلی سبب، صرف یہ ہے، کہ انسان اپنے اندر، جب کسی کمال کو محسوس کرتا ہے تو وہ کمال عطا کرنیوالی، کی قوت و قدرت، کو بھول جاتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ اب میں بھی کچھ ہوں، اور اسی کے بعد، کوشش کرتا ہے، کہ جیسا کہ میں نے اپنے آپ کو کچھ سمجھا ہے، کوشش کرنی چاہیے ہمارے گرد و پیش والوں کو بھی، میرے وجود یا کمال کی اطلاع ہو، پھر اس کے لئے جو کچھ تدبیریں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی اپنی پرواز کے موافق سمجھ میں آتی ہیں۔ کم دیکھا گیا ہے، کہ حرص وہوا کا ادنیٰ غلام اس کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا رکھتا ہو، منافقت، کے انگاروں سے اپنا سینہ بھر لیتا ہے، اور حلال وحرام طریقوں سے، اپنے وجود کی خبر، دنیا کے کانوں تک پہونچانے کی فکر میں مصروف رہتا ہے،

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں جو کمال پیدا ہونے والا تھا یا ہو چکا تھا۔ وہ زہد، اور تقویٰ کا کمال تھا۔ ڈر تھا کہ کہیں اس پر عجب و خود بینی نہ پیدا ہو، جس کے بعد، جاہ وعزت کا سیلاب نمود، دنیا وآخرت سب کے چین کو بہا کر لے جاتا ہے، سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت اس کا بھی انسداد فرمادیا۔ اور صاف لفظوں میں حضرت ابوذر کو مخاطب کر کے آپ نے ایک دن فرمایا،،

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے بندو تم سب کے سب گنہگار ہو، لیکن جسے میں محفوظ رکھوں، پس تم سب کے سب مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش کی درخواست کرتے رہو، میں تمہیں بخشوں گا جو مجھے صاحب قدرت جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ گناہوں کو خدا مٹا سکتا ہے، اور مٹاتا ہے) اور اس نے میری قدرت کے وسیلہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہی، میں نے اس کے گناہ معاف کئے اور مجھے اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں،،

اے ہمارے بندو! تم سب کے سب، گمراہ ہو، لیکن صرف وہ جسے میں راستہ بتاؤں، تو تم ہم سے ہی، ہدایت کی التجا کرو،

تم سب کے سب محتاج وفقیر ہو، لیکن صرف وہ جسے میں غنی کر دوں، تم مجھ سے ہی اپنی روزیاں طلب کرو، تم اور یاد رکھو، اگر تمہارے مردے، اور زندے، اگلے، پچھلے، بُرے بھلے، خشک وتر سب کے سب میرے کسی بندے کے انتہائی پرہیزگار، دل پر جمع ہو جائیں، تو ان سب سے میرے ملک میں، مچھر کے پر کی برابر بھی کوئی، اضافہ نہیں ہو گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر تمہارے زندے، مردے، اگلے، پچھلے، بُرے بھلے جمع ہوں، اور ہر ایک اپنی اپنی تمام اُمیدوں کا مجھ سے سوال کرے، اور میں سب کے سوال پورے کردوں، تو اس سے بھی میرے ملک میں کچھ کمی نہیں ہوگی، لیکن صرف اس قدر، کہ ایک شخص، کسی دریا میں اپنی سوئی ڈبوتا ہے، اور نکال لیتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ میں ہی بخششوں والا بزرگ، برتر اور تمام مقاصد پر غالب ہوں، کرتا ہوں جو کچھ چاہتا ہوں،

میرا دینا بھی صرف میرا کلام ہے، اور میرا عذاب بھی صرف میرا کلام ہے، میں جس چیز کا ارادہ کرتا ہوں، اس سے کہتا ہوں، کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے،،

یزدانی جلال و جبروت کا جو نظارہ، تم اس کلام میں کرتے ہو کیا اس کی صداقت پر یقین کر لینے کے بعد اپنی ہستی یا اپنے مکاسب، و کمالات پر بھی کوئی ناز کر سکتا ہے، کیا اس کے بعد ایک سکنڈ کے لیے غرور گھمنڈ کی چنگاریاں کسی دل میں چمک سکتی ہیں۔ اور کیا اس کے بعد، پھر بھی، کوئی مومن بالله، جاہ و عزت، وقار و نمود، کے لیے، کرۂ ارض پر کوئی فتنہ اٹھا سکتا ہے، آخر جب کہ ہم میں ہر ایک خطاوار ہے، تو تقویٰ، و طہارت، پر کون دیوانہ مغرور ہو سکتا ہے، حتیٰ کہ اس کی شہرت وصیت کی جد و جہد میں مبتلا ہو۔

جب کہ ارباب دول، کی تمام ثروتیں، صرف خدائے قیوم کے قبضۂ اقتدار میں ہیں، تو کیسے آپ کے زر، پر سینہ تاننے والا، اگر احمق نہیں تو اور کیا ہے، اگر یہ صحیح ہے، کہ ہمارے تمام اکابر، اسافل، بڑے اور چھوٹے، مل کر بھی خدا کی بارگاہ جلال میں پرِ پشہ کی برابر اضافہ نہیں کر سکتے، تو پھر انسان مشتے از خاک انسان، کس بر اکڑتا ہے،

اس کی شان بے نیازی کا عجیب یہ حال ہے، کہ وہ ہدایت و رشد کے باب میں بھی صرف توفیق، اور اپنے ہاتھ کو ہی کام کرنے والا بتاتا ہے تو ایک واعظ، و مصلح، کس بنا پر اپنے مساعی کو قابل قدر سمجھ سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آہ! کہ جب سب کچھ اسی کا ہے، اور ہم محض محتاج و فقیر ہیں تو پھر یہ خود بینی کیسی، یہ زعم و پندار، کیوں ؟۔

یہی وہ حکم و مواعظات تھے، جس نے اخیر میں روح ابوذری پر زہد، عیسوی کا نقشہ کھینچ دیا۔

بہرکیف یہ سب کچھ تھا، اور اس سے بھی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان اطہر، وقلب مزکی، سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زاہدانہ فطرت کو ادبھارتے رہتے تھے،

لیکن آپ کی تمام تعلیم و ارشاد، میں سب سے زیادہ خصوصی نظر اس حصہ پر ڈالنی چاہیئے۔

جہاں اسلام اپنی امتیازی شان کے ساتھ، تمام ادیان و ملل سے علیحدہ نظر آتا ہے،

تم کو وسوسہ ہوتا ہوگا، کہ اگر، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم تھی، تو پھر اسلام نے رہبانیت کی کیا مخالفت کی، اور اسے قسیسوں احباروں کی خود تراشیدہ امور میں کیوں شمار کیا۔

میں اسی سوال کے جواب کی طرف تمہیں متوجہ کرانا چاہتا ہوں۔ عام طور پر سمجھ لیا گیا ہے کہ زہد و تقویٰ، اس کا نام ہے، آبادیوں کو چھوڑ کر، پہاڑوں، اور بیابانوں میں نکل جانا چاہیئے اور وہیں کہیں تنہائی میں بیٹھ کر، خدا کی عبادت میں مصروف ہونا چاہیئے حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"راستوں سے ہڈیاں اٹھانی، یہ بھی نیکی ہے، کسی بھٹکے ہوئے کو رستہ بتا دینا یہ بھی صدقہ ہے، کسی کمزور آدمی کی معاونت کرنی یہ بھی صدقہ ہے، اور تیرا اپنی بیوی کی ساتھ ہم بستر ہونا یہ بھی صدقہ ہے[1]"

حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں، کہ میں نے (تعجب سے) پوچھا، کہ حضور! کیا بیوی کے ساتھ ہم خلوت ہونے میں صدقہ ہے؟ حالانکہ اس میں تو آدمی اپنے نفس کی خواہش پوری کرتا ہے۔ کیا آدمی اپنی خواہش بھی پوری کرے گا، اور اجر بھی پائے گا؟

[1] مسند احمد ۱۲ +

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا۔ اچھا بتاؤ، اگر تم اس خواہش کو کسی حرام میں لگاتے تو کیا یہ گناہ نہیں۔ حضرت ابوذر نے کہا یقیناً گناہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو تم لوگ، گناہوں کا تو خیال کرتے ہو، لیکن نیکیوں کا نہیں۔ عموماً زاہدانہ زندگی گذارنے والے، کسب و حرفت، کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، اور پھر جب انہیں، دنیاوی ضروریات ستاتی ہیں تو حالاً یا قالاً بھیک مانگنے پر، آمادہ ہوجاتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، اور فرمایا، کیا تم ایک ایسی بات پر بیعت کروگے، کہ اس کے بعد تمھارے لئے صرف جنت ہے"

حضرت ابوذر نے کہا! جی ہاں۔ اور میں نے ہاتھ پھیلادیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں تم سے عہد لینا چاہتا ہوں، کہ تم کسی آدمی سے کچھ نہیں مانگو گے"، حضرت ابوذر نے کہا "بہت بہتر" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "حتیٰ کہ وہ کوڑا بھی نہیں، جو تمھارے گھوڑے سے گر پڑے، بلکہ تم اترو، اور خود اٹھاؤ"۔ [1]

ہمارے زمانہ میں، فقراء و درویش نے ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا ہے، کہ ہر وقت منہ چڑھا ہوا ہے، کسی نے کوئی بات بھی پوچھی، تو اس کا جواب پیشانی پر، بل دیتے ہوئے، دیا جاتا ہے حضرت ابوذر فرماتے ہیں،، کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہرگز کسی قسم کی نیکی یا بھلائی، کو حقیر نہ سمجھو، اگر تمھارے پاس کسی مسلمان کے ساتھ سلوک کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے، تو اپنے بھائی کے ساتھ بخندہ پیشانی ملو"۔ [2]

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں، کہ بعض لوگوں پر، زہد، کا اتنا غلبہ ہوتا ہے، کہ یکایک اپنے گھر سے غائب ہوجاتے ہیں۔ اور بیوی، بال بچے، اقرباء کی خبر گیری کا بالکل خیال نہیں کرتے، حالانکہ یہ حرکت اس مقصد کے بالکل خلاف ہے جس کے لئے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ انسان دنیا میں

[1] مسند احمد ۱۲ [2] مسند احمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند سال کے لئے جس کی مدت اس زمانہ میں ساٹھ ستر سے شاید زیادہ نہیں، محض آزمائش کے لئے اوتارا گیا ہے، اور اصلی آزمائش یہی ہے، کہ تمام فتنوں میں مبتلا ہو کر بھی اپنے خالق ذوالجلال کو نہیں بھولتا، حضرت ابوذر فرماتے ہیں،

"مجھے میرے محبوب نے وصیت کی، کہ میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتا رہوں، اگرچہ، اسے پورے طور پر، انجام نہ دے سکوں[۱] (کہ یہ بہت مشکل ہے ہر کیف جس قدر بضاعت ہو، اسی میں سب کے ساتھ سلوک کرتا رہے")

جذب و سرمستی اور اُس کی حقیقت تعلیم و تزکیہ کا یہی زرّیں سلسلہ تھا، جو روز بروز حضرت ابوذر کے اصل جوہر چمکا رہا تھا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر لحظہ، ہر وقت، حضرت ابوذر کی حرکت و سکون پر نظر رکھتے تھے، اور ادھر حضرت ابوذر کا یہ حال تھا کہ جو کچھ کہا جاتا اور جس وقت کہا جاتا فوراً اُن کی روح اسے جذب کر لیتی اور اس طرح سختی کے ساتھ اسے قبول کرتی، کہ پھر دنیا کی کوئی قوت اس رنگ کو کسی طرح مٹا نہیں سکتی تھی۔ یہ ممکن تھا کہ وہ خود اپنی ہستی مٹا بیٹھتے، لیکن یہ بالکل ناممکن ہو رہا تھا، کہ جو رنگ ان پر چڑھایا گیا تھا، وہ زائل تو کیا میلا بھی ہو سکتا۔ مثلاً اسی زمانہ میں جب کہ آپ شروع شروع دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے، ایک دن غصہ میں آکر ایک صحابی (حضرت بلال[۲] رضی اللہ تعالےٰ عنہم) کو بوجہ ان کے غلام ہونے کے۔

یا ابن الامۃ	او لونڈی بچے

کہدیا۔ حضرت بلال تو سیدھے دربار نبوت میں پہنچے اور شکایت کی کہ ابوذر نے مجھے گالی دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً بلوایا اور نہایت سختی کے ساتھ ڈانٹا۔ فرمایا

انک امرءٌ فیک جاھلیۃ ۔	تم ایک ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت کی باتیں پائی جاتی ہیں

پھر فرمایا۔

ماذھبت اعرابیتک بعد[۳]	تمھارا گنوار پن اب تک زائل نہیں ہوا ہے۔

---

[۱] طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۱۶۶ ۱۲ [۲] روح المعانی جلد ۵ - ۱۲ [۳] مسند احمد ۱۲ [۴] طبقات ابن سعد ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس زجر و توبیخ کے بعد آپ نے نہایت نرمی اور شفقت سے سمجھانا شروع کیا کہ

"ابوذر! تمھارے غلام تمھارے بھائی ہیں (یعنی کسی کو محض اس کے غلام ہونیکے سببسے ذلیل نہ سمجھو جس طرح اپنے بھائی کو ذلیل نہیں سمجھتے) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تمھارے سپرد کردیا ہے، چاہیئے کہ انہیں ایسے کھانے کھلاؤ، جو خود کھاتے ہو، اور ویسے ہی کپڑے انھیں پہناؤ، جیسے تم پہنتے ہو،

ان پر اتنا بوجھ نہ ڈالو، کہ وہ مغلوب و عاجز آجائیں، اور اگر کبھی بضرورت تم کسی مشکل کام کی تکلیف انہیں دو بھی تو ان کا ہاتھ بٹاؤ[1]"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ابوذر کے کان میں ان لفظوں کو ڈالدیا لیکن اس کے بعد دیکھنے والوں نے ان کی برقی تاثیروں کو اس طرح دیکھا اور بار بار دیکھا کہ حضرت ابوذر گھر سے باہر نکلے ہیں غلام بھی ساتھ ہی جو کپڑا اپنے بدن پر ڈالے ہوئے ہیں ٹھیک اسی قسم کا پیراہن غلام کے دوش پر پڑا ہوا ہے۔ لوگوں نے ٹوکا بھی کہ حضرت آپ نے جو چادر غلام کو دیدی ہے اگر اسے بھی، آپ ہی اوڑھتے، تو شان و شوکت کے علاوہ لباس بھی مکمل ہوجاتا۔ مگر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل و دماغ میں گذشتہ الفاظ نبویہ اس طرح پیوست ہوگئے تھے، کہ بیساختہ آپ کی زبان سے جواب میں یہ الفاظ نکل جاتے،

اجل! ولکن سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اطعموهم مما تاکلون والبسوهم مما تلبسون۔	ہاں (سچ کہتے ہو) لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے، کھلاؤ اپنے غلاموں کو اس کھانے میں سے جسے تم خود کھاتے ہو، اور پہناؤ ان کو اسی کپڑے میں سے جسے خود پہنتے ہو،

پس یہی سخت گیری اور محکم پذیری تھی جس نے ابوذر کو مجبور و معذور کردیا تھا شیراز کے شفتہ جگر نے اسی کی ترجمانی کی

ے این خرقہ کہ می آلود حافظ بجز نہ پوشید　　اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

تاثیر و تاثر، فاعل و قابل میں جہاں کہیں بھی ایسا مضبوط و مستحکم رشتہ قائم ہوا، تسلیم و رضا جب کبھی بھی اس

[1] مسند احمد ۵ ص ۱۲ طبقات ۱۲

www.KitaboSunnat.com

شکل میں رونما ہوئی جو فرمان رسالت اور جانِ ابوذر کے درمیان تھی، تو آپ یقین کیجئے کہ اس کے بعد تسلیم تسلیم نہیں رہتی۔ اطاعت و فرماں برداری کا زینہ بہت اونچا ہوجاتا ہے۔ رضا اضطرار و مجبوری کے قالب میں ڈہل کر رفتہ رفتہ عشق اور عشق کے بعد، جذب و وجد وارفتگی و مستی کی صورت میں ظاہر ہوکر بالآخر برہم زن ایوانِ صبر و قرار، عقل و ہوش ثابت ہوتی ہے۔

دنیا نے ہمیشہ اس کیفیت کو خواہ وہ کسی وجہ سے ہو جنون و دیوانگی سے تعبیر کیا ہے۔ اور مذہب و تصوف کے محاورہ میں ایسے نفوس کو مجاذیب و بہالیل کا خطاب دیا گیا ہے۔

مجذوبوں کی اصل اور اُن کا سرچشمہ پس اگرچہ ہم قطعاً نہیں کہہ سکتے، تاہم واقعات کی راہنمائی میں اس کا سراغ ضرور ملتا ہے، کہ جس طرح آج اسلام کی مختلف شاخیں مختلف اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ اسی طرح طائفہ مجاذیب و بہالیل جو فقرا کی مشہور جماعت ہے، اس کے سنگ بنیاد و خشت اول قرن صحابہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے۔

حالات موجود ہیں۔ اس کی کھلی نشانیاں تم اس میں ڈھونڈ سکتے ہو، اور نہ صرف اس قدر، بلکہ مجذوبوں کی اصل حقیقت پر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات سے پوری روشنی پڑتی ہے۔ ایک معیار ملتا ہے۔ جس پر زمانہ حال کے مجذوبوں کو جانچا جا سکتا ہے۔

آپ کی مجذوبانہ وضع سب سے پہلے جو چیز ہمارے سامنے آتی ہے۔ وہ آپ کی وضع اور ہیئت ہے طبقات ابن سعد مسند احمد و نیز دوسری کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کے بال پریشان رہتے تھے۔ ڈاڑھی بالکل اُلجھی ہوئی رہتی تھی۔ خود اس میں کبھی کنگھی وغیرہ نہیں فرماتے ہیں کوئی آدمی جب آپ کو اس حال میں دکھیتا تو پکڑ لیتا۔ نہلا دہلا کر، کپڑے بدل دیتا بال جھاڑ دیتا۔

قبیلہ بنی ثعلبہ کا ایک شخص آپ کی ہیئت کے متعلق راوی ہے۔

مرّ بنا شیخ اشعث ابیض الراس واللحیۃ فقالوا ھذا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ایک بوڑھا آدمی ہمارے سامنے سے گذرا جس کے بال اُلجھے ہوئے پریشان تھے باوجودیکہ سر اور داڑھی دونوں سفید ہوچکے تھے، لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاستاذناہ ان نغسل راسہ فاذن لنا واستانس بنا۔ صحابی ہیں ہم نے یہ سنکر آپ سے اجازت مانگی، کہ ہم آپ کا سر دھودیں انھوں نے اجازت دی اور ہم سے مانوس ہو گئے

کتاب کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں۔ ورنہ خیال آتا ہے۔ کہ کوفہ یا بیت المقدس کی مسجد میں ایک واقعہ اسی کے قریب قریب پیش آیا۔

آپ کے حلیہ سے مراج جذب

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ آپ کا حلیہ بیان کرتے ہیں، وہ اس پر تو متفق ہیں کہ آپ دراز قد گھنے بال والے تھے لیکن رنگ میں لوگوں کا اختلاف ہے، طبقات میں ایک جگہ ہے کہ آپ گندم گوں تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ کا رنگ سیاہ تھا

عام محدثین اس تعارض کو جس طرح چاہیں دفع کریں لیکن میرے خیال میں تو یہی آتا ہے کہ اصل رنگ آپ کا گندم گوں تھا مگر جو اس درجہ سرمست و وارفتہ ہو اس کا رنگ میل وکچیل گرد دھوپ سے اگر سیاہ پڑ جائے تو کیا تعجب ہے۔

سڑکوں پر سجدے کرنا

خصوصاً جب روایتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے بعض شاگرد سڑکوں۔ اور عام شاہراہوں پر سجدے کیا کرتے تھے۔ جس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ شاگردوں کی حرکت استاذ ہی کی تقلید ہوگی۔ اس لئے نقل کرتا ہوں کہ اس سے بھی آپ کی مجذوبانہ کیفیتوں کا پتہ چلتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سفروں میں سب سے زیادہ دشوار، زیادہ مشکل سفر تبوک کا تھا۔ حتی کہ بعض صحابہ سے بھی اس کی شرکت میں زلت ہوئی۔ جس کے واقعات عام طور سے مشہور ہیں۔ بہر حال اس غزوہ میں حضرت ابوذر بھی شریک تھے۔ عام طور پر چونکہ امتحان اور جانچ کا موقع تھا صحابہ ایک دوسرے پر نظر رکھتے تھے کوئی آنکھ بچا کر نکل تو نہیں جاتا ہے۔ اتفاق سے حضرت ابوذر حسب عادت ایک دن قافلہ والوں سے پیچھے ہو گئے، نگاہیں تو بکھری ہوئی تھیں۔ فوراً ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ دد کہ ابوذر بھاگ گئے بھاگ گئے . . .

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش اقدس تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو سخت رنج ہوا۔ آپ پر حضرت ابوذر کی وفا شعار فطرت آئینہ کی طرح واضح تھی آپ نے مدتوں کے تجربے کے بعد یقین کر لیا تھا، کہ ابوذر کے سینہ میں جو شعلہ ہے وہ کبھی ابوذر کے پاؤں کو پیچھے لوٹنا نہیں سکھا سکتا لیکن آپ سمجھ رہے تھے اس وقت صحابہ کی ان چہ میگوئیوں کو بھی لگام دینا ضروری ہے

ـــــــــــــــــــــــــــ

۱ طبقات ابن سعد ج ۴ مطبوعہ لیڈن ص ۱۶۹ ۲ طبقات صفحہ ۱۶۹ ج ۴ ۳ طبقات ج ۴ - ۱۲ ٭

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اس قدر فرما کر

"چھوڑ دو، اس کو چھوڑ دو، اگر اس کی ذات میں کوئی بہتری ہوگی تو خداوند تعالیٰ خود تم لوگوں سے ملادیں گے "

اس قدر فرما کر آپ خاموش ہوگئے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گو زبانِ مبارک چپ تھی۔ لیکن دل میں حضور کے یہ تمنا موج پذیر تھی کہ کاش! ابوذر ملنے میں جلدی کرتا! اور لوگوں کو جو اسکی جانب سے بدگمانی ہوگئی ہے وہ جلد دور ہوجاتی

آخر یہی ہوا کہ لیکا یک آپ کو ہوش آیا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو قافلہ بالکل ندارد ہے۔ نہ صحابہ کرام ہیں نہ وہ ہیں جن کو دیکھ لینے کے بعد ابوذر پھر کسی چیز کو دیکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے بچھڑنے کا انہیں دہرا احساس ہوا اور دل تھا کہ عجلت اور تیزی کی آرزوؤں میں ڈوب گیا۔ اونٹ کچھ تو قدرتاً سست تھا۔ پھر مہار کو ڈھیل پاکر بہت زیادہ دھیما ہوگیا تھا آپ نے ایڑ لگائی، کوڑے لگائے، لیکن لوگ میلوں آگے نکل چکے تھے۔ ان کا چھو لینا دشوار ہوگیا۔ اور یہاں بیتابی حد سے زیادہ گزر رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیجیے۔ آخر تھک کر آپ اونٹ سے اوتر پڑے جو کچھ سامان سر پر لادسکے لادلیا۔ اونٹ کو مع پالان وغیرہ کے وہیں چھوڑ کر دوڑتے ہوئے، تلاش محبوب میں قدم بڑھانا شروع کیا۔

انجام کار ہانپتے کانپتے، قافلہ کے قریب آگئے۔ کسی صحابی کی نظر پڑی کہ کوئی شخص پیادہ پا بعجلت تمام آرہا ہے۔ لوگوں کو خیال تھا کہ حضرت ابوذر تو اونٹ پر سوار ہیں اس لئے یہ کوئی اور شخص ہے۔ فوراً غل ہوا کہ کوئی آرہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لوگوں نے اطلاع دی کہ وہ جنگل میں کوئی اکیلا تن تنہا پیادہ پا اس طرح آرہا ہے۔ غرض کہ ہر شخص "کوئی آرہا ہے، کوئی آرہا ہے"، کی آواز بلند کررہا ہے۔

لیکن حضور نے جب دیکھا، تو ارمان بھرے دل سے جو آواز نکلی آہ! کہ وہ یہ تھی

کن اباذر کن اباذر	ابوذر ہی ہو، ابوذر ہی ہو،

ان لفظوں میں کیا مسیحائی ہے، تم کو کیا معلوم، قتیلانِ ناز سے پوچھو! کہ اس کلمۂ ایجاد میں کتنے مٹے ہوؤں کی جانیں پوشیدہ ہیں۔ اللهما للہ سرّ یا عنتر! ابوذر کی اس موت کو دیکھ کر، رحم آتا ہے۔ اور یوں زندہ کیا جاتا ہے! ابوذر اپنی ہستی کو کھو بیٹھے تھے۔ اور جو اس طرح اپنی متاع کھوتا ہے وہ یوں ہی پاتا۔ اور لباس وجود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوبارہ اُسے اسی طرح پہنایا جاتا ہی

سینہ کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا   خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

نہیں ہو سکتا تھا، کہ ادہر سے یہ ایجادانہ، الفاظ نکلیں اور دوسری طرف سے گم ہونیوالا ابوذر پھر پیدا نہ ہو آخر یہی ہوا چند ہی منٹ کے بعد صحابہ میں غل ہوا کہ "ابوذر ہی ہیں، ابوذر ہی ہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا، یہ سنتے ہی آپ حضرت ابوذر کی طرف ایک رحم انگیز نگاہ ڈالتے ہوئے یہ الفاظ فرمانے لگے،

رحمہ اللہ اباذر یمشی وحدہ ویموت وحدہ ویبعث وحدہ[۱]	اللہ تعالےٰ ابوذر پر رحم فرما دیں۔ بیچارہ اکیلا چلتا ہی اکیلا ہی مریگا اور اکیلا ہی اُٹھایا جائے گا۔

اولاد سے بے خبری آپ کی اس عزلت وکنارہ کشی کا یہ حال تھا کہ باوجودیکہ آپ صاحبِ اولاد بھی تھے۔ لیکن انداز سے معلوم ہوتا ہے، کہ کبھی اُن کے نام بھول جاتے۔

مجھے اور کسی اولاد کا تو پتہ چلا نہیں روایتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ تقریباً دو بچے خواہ اناث خواہ ذکور ہیں سے بحالت طفولیت مر گئے۔ اور ایک لڑکی کا تذکرہ عموماً مورخین کرتے ہیں، ایک دن یہی صاحبزادی صاحبہ آپ کے ساتھ جا رہی تھیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور یہ آپکی صاحبزادی ہیں۔ تو فرماتے "ہاں اسکی ماں یوں ہی کہتی ہی"[۲]

خود فراموشی کبھی کبھی عجب طرح کی بیخودی طاری ہو جاتی، ایک دن کسی نے پوچھا "کہ ابوذر آپ ہی ہیں،" فرمانے لگے "کہ ہاں میرے گھر کے لوگ یہی کہتے ہیں[۳]"

مجذوبانہ لباس آپ کسی خاص لباس کے رہین منت نتھے جو جس قسم کا کپڑا پہنا دیتا، پہن لیتے کبھی کبھی لوگوں نے حلہ قطریہ[۴] کو آپ کے جسم مبارک پر دیکھا ہی۔ جو عرب کے بہترین لباسوں ورجوڑوں میں خیال کیا جاتا تھا۔ اور کبھی نہایت ہی خستہ وشکستہ خرقہ وگودڑ میں پھرتے۔ نہ آپ کو اس کی خوبصورتی اور شان کی کوئی پرواہ تھی۔ اور نہ ان ذلیل کپڑوں کی وجہ سے آپ دل تنگ ہوتے تھے۔

کبھی کوئی کپڑا نہ ملتا تو کمل ہی اوڑھکر باہر نکلتے، ایک دن آپ بدوؤں کا سا کمل ہی اوڑھے ہوئے

[۱] صحاح زاد المعاد ۱۲ [۲] مسند احمد ۱۲ [۳] مسند احمد ۱۲ [۴] مسند احمد ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریف لیجا رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ "کیا آپ کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں" جواب میں فرمایا، "کہ ہوتا تو تم اس کو ضرور میرے بدن پر دیکھتے"، اس شخص نے کہا "کل دو دن ہوتے ہیں کہ آپ پر میں نے نہایت عمدہ جوڑا دیکھا تھا (وہ کیا ہوا)"، بولے "کہ تھا تو! لیکن ایک شخص کو میں نے دیکھا جو اس کا محتاج مجھ سے بھی زیادہ تھا۔ اس لئے اس کے حوالہ کر دیا"

اُس شخص نے کہا "کہ ہرگز نہیں آپ سے زیادہ محتاج اس کپڑے کا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ (یعنی جس شخص کے پاس بجز گنوار کمبل کے اور کچھ نہ ہو اس سے زیادہ اور کون محتاج ہو سکتا تھا)"،

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کی اس ضد کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے اور نہایت کرخت لہجے میں فرمانے لگے "خدا تجھے بخشے تو دنیا کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، کیا میرے جسم پر یہ چادر نہیں۔ (یعنی گو کمبل ہی کی ہے لیکن ہے تو اور اُس شخص کے پاس تو یہ بھی نہ تھی) اور کیا ایک چادر نماز پڑھنے کے لئے میرے پاس نہیں ہے؛ اے شخص! میرے پاس بکریاں ہیں جن کا میں دودھ پیتا ہوں، اور میرے پاس گدھے ہیں جن پر بازار کی چیزیں خرید کر لاتا ہوں، غلام ہیں جو میری خدمت کرتے ہیں! اور کھانے پکانے میں میری مدد کرتے ہیں! اور ہاں عید۔ بقر عید وغیرہ کے لئے ایک عبا بھی میرے پاس ضرورت سے زیادہ ہے۔ پس تم خود انصاف کرو، کہ ان نعمتوں سے بڑھ کر بھی کوئی نعمت ہو سکتی ہے؟ بلکہ جو عبا میرے پاس زائد ہے میں ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں مجھ سے اس کا محاسبہ نہ ہو"۔[1]

آپ کی عبادت پر جذب کا اثر

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ گمان کہ وہ نماز وغیرہ چھوڑ بیٹھے ہوں گے ان کی کیفیت کو ناقص اور غیر مکمل بنا دیتا ہے۔ نماز کی پابندی تو درکنار یہ بھی کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ انھوں نے وقت سے ٹلا کر کوئی نماز پڑھی ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سختی کے ساتھ ان کو وقت پر نماز پڑھنے کی تاکید کی تھی۔

آپ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے "کہ کون سا عمل افضل ہے" تو آپ یہی فرما دیتے "کہ وقت پر نماز پڑھنی"[2]

اور نہ صرف اس قدر بلکہ آپ نے تاکید کی تھی "ابوذر! اگر امراء نماز میں تاخیر کریں اور وقت سے ٹلا کر پڑھیں تو تم اپنی نماز وقت پر پڑھ لیا کرو! پھر ان کے ساتھ مسجد میں اگر تم پہنچ جاؤ تو یہ نماز تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔[3]

---

[1] طبقات ابن سعد ۱۲۔ [2] مسند احمد ۱۲۔ [3] مسند احمد ۱۲ +

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ حضرت ابوذر پر باوجودیکہ جذب کا گہرا رنگ چڑھا ہوا تھا لیکن آج تک کسی روایت سے باوجود تجسس کے مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ سے کسی وقت کی نماز چھوٹی ہے یا نہیں، ہاں! اس کے خلاف میں البتہ روایتیں ہیں کہ ایک دن حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہانے کی ضرورت ایسے مقام پر ہوئی کہ وہاں پانی موجود نہ تھا تیمم کا مسئلہ آپ کو چونکہ معلوم نہ تھا۔ اس لئے دوڑتے ہوئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپکی زبان سے یہی لفظ نکلتا ہے۔

ھلکت یارسول اللہ۔ | میں تباہ ہوگیا یارسول اللہ۔

آپ نے پوچھا "کیوں، کیوں"؟ بولے کہ "میں جہاں تھا وہاں میرے ساتھ میری بیوی بھی تھی۔ مجھے نہانے کی ضرورت ہوئی اب کیا کرتا۔ نماز قضا ہوئی اسی کو اپنی ہلاکت سے تعبیر کیا"۔

اس کے بعد حضور نے تیمم کی تعلیم دی۔

بہرحال نماز آپ سے کبھی نہیں چھوٹی اور نہ فرائض میں کسی قسم کی بے اعتدالی آپ سے منقول ہے۔ ہاں نوافل میں بھی کبھی جوش سرمستی غلبہ حال کے وقت بعض ایسی باتیں آپ سے ہوجاتی تھیں جہاں جذب کا رنگ آپ کو تمام صحابہ سے ممتاز کردیتا تھا۔

زید بن مطرف کہتے ہیں کہ ہم ایک قریشی حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور نمازیں پڑھنا شروع کیں۔ میں نے جو غور کیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑا ہوا پھر رکوع میں گیا اور سجدہ کرکے کھڑا ہوگیا اسی طرح پھر سجدہ میں گیا اور بغیر قعدہ یعنی بیٹھنے کے، پھر کھڑا ہوگیا۔ الغرض وہ صرف رکوع سجدے کررہا ہے لیکن قعدہ نہیں کرتا چونکہ ہر دوسری رکعت پر بیٹھنا ضروری ہے) اس لئے زید نے کہا کہ یہ کون شخص ہے۔ اس کو اس کی بھی خبر نہیں کہ جفت رکعتوں پر سلام پھیرنا چاہیئے۔ یا طاق پر (ورنہ یہ شخص جفت پر بیٹھتا۔) لوگوں نے کہا "کہ بے چارہ اگر غلط پڑھ رہا ہے تو تم جاکر سمجھاؤ۔"

زید اٹھے۔ قریب آئے اور کہا،

"خدا کے بندے! آپ کو اس کی بھی خبر ہے یا نہیں کہ کہاں پر سلام پھیرنا چاہیئے۔

اور کہاں بیٹھنا چاہیئے جفت پر یا طاق پر"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس شخص نے کہا،

"کہ مجھ کو اگر خبر نہیں تو خدا کو خبر ہے" اور میں ان باتوں کو نہیں جانتا میں نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تین کام کر دیتے ہیں۔

(۱) ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ (۲) ایک نیکی لکھ دیتے ہیں۔ (۳) ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں،

مطلب یہ ہے کہ حساب و کتاب سے ہم واقف نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی یہ تعریف کی ہے پس ہم سجدے کرتے رہتے ہیں۔ رہا گن کر، یہ سمجھنا کہ اب ہم اتنے کے حقدار ہو گئے، ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن — کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

زید کو آپ کی اس قسم کی باتوں سے حیرت ہوئی، پوچھنے لگے، کہ آپ ہیں کون صاحب؟

حضرت نے فرمایا۔ ابوذر۔

اس قدر سننا تھا کہ زید کے ہوش اُڑ گئے اور اپنی مجلس کے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے،

"تم لوگ نہایت بُرے ساتھی ہو مجھے تم نے اس لئے بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو تعلیم دوں" لوٹ آئے۔

الغرض کبھی کبھی نوافل میں حضرت ابوذر سے اس قسم کی بے ضابطگیاں ضرور ثابت ہیں۔ اگرچہ وہ اصل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں تاہم حضرت ابوذر کا جو حال تھا، اُس کو پیش نظر رکھنے کے بعد علمائے شرع بھی اس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر آج بھی کسی کا وہی حال ہو جائے جو ابوذر کا تھا۔ اور پھر ایسے شخص سے نوافل وغیرہ میں اس قسم کی باتیں سرزد ہوں تو ان پر نکیر نہیں کرنا چاہیئے۔

ہاں قصداً ہوش وحواس رکھتے ہوئے اگر کوئی ایسا کرے گا خواہ نفل ہی کیوں نہ ہو۔ تو یہ یقیناً ناجائز ہے۔ کہ دین کے ساتھ تلاعب ولہو کے مرادف ہے۔

الحاصل ان چند واقعات کے درج کرنے سے میرا مقصود صرف اس قدر ہے کہ حضرت ابوذر کو میں جو کچھ سمجھا ہے

---

۵ مسند احمد ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھنے والے غور کریں۔ کہ آیا اس کا کوئی منشا ہے بھی یا نہیں۔

اور اسی لیے میں اپنے دعوے کو زیادہ موثق دو ذندار بنانے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت بھی اسی کے تحت میں درج کیے دیتا ہوں۔ اس سے آپ کی علمی وسعت و تبحر کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت — کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا، کہ آپ حضرت ابوذر کو کیسا خیال فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

وعی علما عجز فیہ | انھوں نے ایک علم کو محفوظ کیا جس میں وہ عاجز ہو گئے۔

عموماً علمائے حدیث اس جملے کو نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد خود متحیر ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔[۱]

ابن سعد نے نقل کیا ہے، کہ بعضوں کا خیال ہے۔ "کہ جو کچھ ان کے پاس تھا اُس کو ظاہر نہ کر سکے"۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے۔ "کہ جس علم کو وہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اُسے حاصل نہ کر سکے"۔

واللہ اعلم امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کا واقعی مقصد کیا ہے،

لیکن میرے نزدیک تو اس جملہ کا مطلب بالکل کھلا ہوا ہے، اور انشاء اللہ واقعیت سے وہ بہت زیادہ قریب ہے، تفصیل اس کی یہ ہے، کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سیکھتے تھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سکھاتے تھے، عموماً وہ ایسے علوم ہوتے تھے جن کو براہِ راست عمل سے تعلق تھا۔

کیونکہ اعتقادیات کے باب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اجمالی ایمان بالغیب کے مضبوط و محفوظ اصول کو پیش نظر رکھا۔ جو کچھ بھی تفصیل کی وہ محض عملیات کی کی۔

حضرت ابوذر میں قبول و اثر پذیری کا مادہ جتنا تیز تھا۔ وہ تم پڑھ چکے، اور واقعات سے خود بھی اندازہ لگا سکتے ہو۔

یہی وجہ ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ جو کچھ سنتے تھے ٹھیک اسی طرح اس پر عمل کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے تھے۔ بلا کسی چون و چرا کے جس طرح آپ سے سنتے، کوشش کرتے کہ اسی طرح ہم اسے ادا بھی کریں وہ چاہتے تھے کہ میرا عملی نقشہ علمی نقشہ پر پورے طور سے منطبق ہو جائے۔

[۱] حتیٰ کہ شیخ ابو عمرو بن عبد البرؒ کو جب عجز فیہ کی کوئی صحیح توجیہ معلوم نہ ہو سکی تو انھوں نے استیعاب میں عجز فیہ کے لفظ کو عجز عنہ سے بدل دیا۔ اور روایت بالمعنی میں یہ کمزوریاں عام طور سے پیدا ہو جاتی ہیں ۲۰ا استیعاب ج ۴ مطبوعہ حیدر آباد +

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس باب میں ان کو اس قدر غلو اور تشدد تھا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی اگر اس معاملہ میں آڑے آجاتی تو آپ کو اس کی بالکل پروا نہ ہوتی تھی۔ واعظانہ مشورے ناصحانہ پند و تذکیر مرتے دم تک ان کو اس مرکز ثقل سے ہلا نہ سکی یہی کہ اپنے اسی امتیاز پر آپ کبھی ناز بھی کرتے۔ اور بجا کرتے۔ فرماتے کہ:۔

"لوگو! میں قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سب سے زیادہ قریب ہونگا۔ کیونکہ میں نے سنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ تم میں سب سے زیادہ قریب قیامت کے دن مجھ سے وہ شخص ہوگا، جو دنیا سے اسی حال میں رخصت ہو جس حال میں میں اسے چھوڑ کر جاؤں! اور قسم خدا کی، اب تم میں کوئی ایسا نہیں رہا، جو اپنی پہلی حالت پر قائم ہو۔ اور اس کے ساتھ کوئی نئی چیز نہ لپٹ گئی ہو، بجز میرے[1]"

اور یہ دعویٰ ان کا صرف ذاتی نہ تھا، بلکہ سید العالم رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تصدیق کی، طبقات میں ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو مجھ سے اسی طرح آکر ملیگا۔ جیسا میں اسے چھوڑ جاؤں گا، حضرت ابوذر نے فرمایا:۔ کہ "میں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی زبان نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

صدقت | سچ کہتے ہو یعنی تم اسی حال میں ملوگے جس حال میں تمہیں چھوڑ دونگا[2]

خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی فرمایا کرتے:۔

"اب دنیا میں کوئی نہیں رہا۔ جو خدا کی باتوں میں ملامت کرنے والوں کی طعن و تشنیع سے نہ ڈرتا ہو۔ سوائے ابوذر کے"

اور آخر میں خود اپنی چھاتی پیٹتے اور فرماتے:۔

"حتی کہ میں بھی اپنے نفس کو مستثنے نہیں کرتا[3]"

الغرض عجز فیہ کا صاف مطلب یہی ہے کہ وہ اپنے علم و معلومات سے مغلوب و عاجز آگئے تھے جو کچھ جانتے تھے اس کے خلاف کرنے پر گویا قادر نہیں رہتے تھے تعجب ہے کہ امیر کرم اللہ وجہہ تو

عجز فیہ | علم میں عاجز آگئے

[1] طبقات ابن سعد
مسند احمد ۱۲
[2] طبقات ۱۲

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں۔ اور بعض شراح حدیث اسے عجز عنہ سمجھ کر اپنے خود ساختہ معانی کو اس پر منطبق کرنا چاہتے ہیں۔ اور بعضوں نے تو یہ کیا کہ جب اس لفظ پران کا مطلب چسپاں نہ ہوا تو انھوں نے فی کے لفظ کو عن سے بدلدیا جس کا میں حاشیہ میں ذکر کر آیا ہوں۔

اور یہ بالکل سچ ہے کہ تعمیل ارشادات نبویہ میں جو نمونہ حضرت ابو ذر نے دنیا کے آگے پیش کیا اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے علم سے بالکل مقہور و مغلوب ہو رہے تھے۔

دنیا کی حقارت، یہاں تک کہ مال و متاع کی فانی حقیقتوں کے متعلق حضرت ابو ذر کو جو کچھ کہا گیا تھا، جنھیں مختصر طور پر میں اوپر نقل کر چکا ہوں اس کا مقتضی تھا کہ وہ ایک خشک زاہد صحرائی بن کر زندگی گذار دیتے نہ شادی کرتے نہ بیاہ، نہ آبادیوں میں رہتے، نہ اور کچھ سامان کرتے۔

لیکن میں لکھ چکا ہوں کہ اسی کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی سکھایا تھا کہ دنیا میں رہ کر زاہد بننے کی کوشش کرو۔ ٹھیک ع درکفے جام شریعت درکفے سندان عشق۔ کا گویا نظارہ خدا کے آگے پیش کرو، ان دونوں پلیوں کو مساوی طور پر قائم رکھ کر، دنیا میں رہنا حقیقت یہ ہی کہ اس سے زیادہ دشوار گذار راستہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ابھی گذر چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو ذر سے یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ اگر احد کا پہاڑ سونا ہو جائے تو اس کی وقعت میرے سامنے اس سے زیادہ نہیں کہ تین دن میں سب لٹادوں الحدیث جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی جاہ و منال کی طرف مطلق توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ورا سی کے مقابلہ میں حضرت ابو ذر ہی کے سامنے آپ عکاف صحابی سے پوچھتے ہیں "کہ کیا تمھارے پاس بیوی بھی ہے"؟ عکاف نے کہا جی نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ اگر بیوی نہیں، تو کوئی کنیز و لونڈی بھی ہی؟ عکاف نے کہا کہ وہ بھی نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ تم فارغ البال صاحب فراخی نہیں ہو؟ عکاف نے کہا کہ جی میں دنیا کی جانب سے مطمئن اور خوش ہوں۔ (یعنی مالدار ہوں)

آپ نے فرمایا کہ اب تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو۔ اگر تم نصرانی ہوتے تو ان کے راہبوں میں شمار کیے جاتے نکاح میرے طریقہ میں داخل ہی تم میں سب سے زیادہ بدترہ لوگ ہیں جو مجرد اور کنوارے ہیں سب سے

www.KitaboSunnat.com

ذلیل ترین کمینہ وہ مردہے، جو حالت تجرد میں زندگی گذار کر مرجاتے ہیں ۔

کیا تم لوگ شیطان کے تختہ مشق بننا چاہتے ہو، شیطان کا وہ ہتھیار جو اچھے لوگوں میں آسانی اترجاتا ہے صرف عورت ہی۔ ہاں جنھوں نے شادیاں کیں وہ لوگ پاک دل والے ہیں۔ سیاہ اعمال سے دور اور کنارہ ہیں عکاف تجھ پر افسوس ہی ایسی عورتیں تھیں جنھوں نے ایوب، یوسف، داؤد، کرسف کیساتھ کیا کیا[1]

بشر بن عطیہ بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے، انھوں پوچھا کہ حضور یہ کرسف کون شخص ہے آپ نے فرمایا کہ کسی گذشتہ زمانہ میں اس نام کا ایک عابد تھا جو کسی دریا کے کنارے بیٹھ کر تین سو برس تک عبادت میں مصروف رہا وہ دن بھر روزے رکھتا تھا، اور رات بھر نمازیں پڑھتا۔

آخر ایک دن کسی عورت کے عشق میں مبتلا ہوا اور ساری ریاضتوں کو چھوڑ کر اسی کے پیچھے دیوانہ ہو گیا۔ بہرحال اخیر میں انہی کی حالت درست ہوئی اور اللہ تعالیٰ کیطرف پھر متوجہ ہوا۔ خداوند تعالیٰ اس کے قصور سے درگذرے

اس کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عکاف کی طرف پھر متوجہ ہوئے، اور سمجھانا شروع کیا،

"کہ عکاف! تجھ پر افسوس! نکاح کر اور نہ ہمیشہ تو مذبذب رہے گا یعنی طمانیت وسکینت تجھے حاصل نہیں ہو سکتی"

عکاف نے اس کے بعد درخواست کی کہ حضور تو آپ ہی میرا عقد جس سے چاہیں کردیں۔ آپ نے فرمایا کہ کریمہ بنت کلثوم حمیری سے میں نے تیرا نکاح کردیا[2]

اس حدیث سے نکاح کا مسئلہ جس قدر اہم ہو جاتا ہے اسے کون نہیں سمجھتا۔ اور شادی کے بعد دنیاوی الجھنوں کا جو طوفان امنڈتا ہے آج اس سے کون واقف نہیں۔

مگر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، ان نبوی علوم نے اس طرح عاجز ولاچار بنا دیا تھا کہ انھوں نے یہ بھی کیا اور وہ بھی کیا۔ غایت احتیاط کے ساتھ نباہ کر ایک عجیب وغریب قوت عملیہ کا ثبوت دیا۔

آپ کا اپنی بیوی کے ساتھ برتاؤ | شلاً تم پڑھ چکے کہ آپ میں مجذوبیت بھی تھی، وارفتگی بھی تھی، استغراق بھی تھا، سب کچھ تھا

[1] یعنی عورتوں کیوجہ سے ان لوگوں کو بعض فتنوں میں مبتلا ہونا پڑا جس کی تفصیل کتب تفسیر میں موجود ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ انبیائے معصومین کسی حرام فعل کے العیاذ باللہ مرتکب ہوئے [2] ایضاً ص ۱۲ مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۳

www.KitaboSunnat.com

مگر باوجود ان تمام باتوں کے، آپ ہمیشہ ایک عورت اپنے پاس رکھتے تھے۔ کسی معمولی سفر میں بھی جاتے تو عموماً آپ کی بیوی ہمراہ ہوتیں۔ اور اس میں آپ محض مجبور و لاچار تھے۔ آخر عکاف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ ابوذر کے دل و دماغ پر اس کا کیا اثر ہوا ہوگا جس قسم کی تسلیمی جذبات حضرت ابوذر کے سینے میں موجزن تھے، حق تو یہ ہے، ان کو دیکھتے ہوئے پھر اس فعل پر کچھ تعجب نہیں ہوتا۔

الغرض ان وجوہات سے تو آپ نکاح کو اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ آپ کے برتاؤ کس قسم کے تھے، قاعدہ ہے کہ جب عورت انسان کے گھر آتی ہے تو خواہ مخواہ فطرتاً انسان کے مردہ احساسات زندہ ہو جاتے ہیں۔ کسی قسم کا آدمی ہو لیکن اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے اچھے کپڑے پہنائے۔ عمدہ زیوروں سے اسے آراستہ کرکے اپنی آنکھیں سینکے، عطر و پھول سے ہمیشہ اس کے جامہ و بدن کو معطر رکھے۔

الغرض قدرتاً اس قسم کے خیالات اولاً تو خود ہی دماغ میں اُبھرتے ہیں پھر بیوی صاحبہ کی فرمائشوں کی بدولت یہ کریلا اور بھی نیم پر چڑھ جاتا ہے۔ اور اس کا آخری انجام اکثر یہی ہوا ہے کہ انسان اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے ہر ایک قسم کے وسائل و ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور آہ کہ جس فعل کو وہ کبھی کرنا نہیں چاہتا تھا، اس کے کرنے پر نہ صرف آمادہ بلکہ بسا اوقات کر گزرتا ہے۔ ایک کاری سحر چلتا ہوا جادو ہے۔ جس کے بعد کم روحیں نسوانی منتروں کے ہوش رُبا تاثیروں سے نجات پا سکی ہیں۔

مگر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان عاجزی کو دیکھو! اندازہ کرو، کہ نبوی احکام و تعلیموں نے ان کو اپنا کس قدر مقہور کر لیا ہے کہ نکاح بھی کرتے ہیں اور جب ان کی بیوی صاحبہ فرمائش کرتی ہیں تو آپ گھر سے نکل کر مجمع عام میں فرماتے ہیں۔

"تم لوگ اس کالی کلوٹی کو دیکھتے ہو، مجھ سے کہتی ہے، کہ عراق جاؤ، اور جب میں وہاں جاؤں گا، تو مسلمان میری طرف روپے پیسے لیکر جھکیں گے، لیکن ہم کیا کریں، ہمارے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا ہے، کہ پل صراط کے قریب ایک راستہ ہے جس پر پاؤں پھسل جاتے ہیں۔ اس پر میں ہلکا پھلکا چلوں یہی ہمارے لئے بہتر ہے، بہ نسبت اس کے کہ روپے اور پیسوں کے بوجھ میں لدا ہوا گراں بار ہو کر اسے عبور کروں۔"[1]

---

[1] طبقات ابن سعد ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اس قدر رکھ کر آپ اُن کی فرمائشوں کو ٹالدیتے، جو کچھ حلال اور پاکیزہ طریقہ سے آپکے پاس آتا تھا وہی دیدیتے، اس کے بعد نہ اُن کی فرمائشوں کی پرواکرتے، نہ اپنی نفسانی خواہشوں سے متاثر ہوتے، کہ یہاں نفس باقی کب تھا، وہ تو شادی بھی نہ کرتے، لیکن عکاف کی مجلس داستان نے آپ کو مجبور و معذور کردیا تھا۔

آپ کی بیوی صاحبہ کی حالت

یہی وجہ تھی، کہ آپ کو اپنی حرم محترمہ کی زیبائش و آراستگی کا کبھی خیال بھی پیدا نہوا۔ اوّلاً آپکے نکاح کے لئے صرف عورت شرط تھی۔ اس کے بعد اس سے بالکل بحث نہیں ہوتی تھی۔ کہ وہ کیسی ہو کس رنگ کی ہو۔ وغیرہ وغیرہ،

مورخین جہاں آپ کی بیوی کا حال لکھتے ہیں تو اُن کی توصیف ہمیشہ ان لفظوں میں کی جاتی ہے،

تحته امراة سحماء | حضرت ابوذر کے ساتھ ایک کالی عورت رہتی تھی،

عبد اللہ بن خراش کعبی کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن آپ سے کہا بھی، کہ آپنے یہ کیا کالی کلوٹی عورت سے نکاح کیا ہے تو فرمانے لگے، کہ بھائی جس بیوی کی وجہ سے لوگ مجھے ذلیل خیال کریں، اُسے میں ایسی عورت سے بہتر سمجھتا ہوں جس کی وجہ سے لوگوں میں میری خاص وقعت ہو۔ کہ یہ وہ شخص ہے جس کی بیوی نہایت پری پیکر اور عالی خاندان ہے[1]

ان کی زیب و زینت

اور نہ صرف اس قدر کہ وہ امرأۃ سحماء تھیں۔ بلکہ مورخین کا بیان ہے کہ آپ کو ان کی زینت زیبائش بناؤ سنگار سے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ صرف نکاح کر لیا تھا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔

ابو اسماء رحبی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی بیوی کو ایک دفعہ دیکھا تھا نہ کپڑے خوشبو میں بسے ہوئے تھے، اور نہ ان کے بدن پر اور کسی قسم کے نشان زینت تھے،[2]

زیور

میں نے بہت کچھ تلاش کیا لیکن غایت جستجو کے بعد طبقات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ کے کان میں بالیاں پڑی ہوئی تھیں[3]۔ اس کے علاوہ اور کسی زیور کا پتہ نہیں چلتا۔ پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ بالیاں سونے کی تھیں۔ یا چاندی کی۔ یا کسی اور دھات کی۔

الغرض آپ کی یہی ناچیزیاں ہیں جن کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اشارہ فرمایا۔ اللہ اکبر زہد کا تقاضا ہے کہ شادی بھی نہو۔ گھر بھی نہو کچھ بھی نہو۔ اور شادی کا تقاضا ہے کہ دنیا کے تمام ساز و سامان ہوں،

---

[1] طبقات ۱۲ [2] [3] طبقات ابن سعد ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی ہو وہ بھی ہو۔

ابوذر کا کلیجہ تھا کہ ان چٹانوں کو سینے پر رکھا، اور بغیر کسی تشویش کے، دونوں کو جمع کرکے دکھا دیا۔

برلبِ کوثر بداغِ تشنگی خومی کنم

کا ایک حیرت انگیز نظارہ حضرت ابوذر کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

آپ کا گھر | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راہبانہ صحرانوردیوں سے روکا بھی تھا، اور اس دنیا کو ایک گذرگاہ اور راستہ سے تشبیہ دیکر اپنے کو ایک مسافر قرار دیتے تھے۔ فرمایا کرتے، کہ میری مثال دنیا میں اُس مسافر کی مانند ہے جو کسی چھاؤں کے نیچے تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان دونوں ارشادوں میں عملی تطبیق اس طرح دی تھی کہ آپ جب تک مدینہ منورہ میں رہے زیادہ تر ادھر اُدھر پڑے رہتے کبھی مسجد میں۔ کبھی صفہ میں سو جاتے۔ اور اس کے بعد آپ جہاں کہیں رہے کمل کے خیمہ میں رہے شام کے عذار شہر دمشق میں بھی جب تک آپ رہے مشت صوف کے چھوٹے سے خیمے[1] میں رہے اپنے بال بچوں کے ساتھ اسی قسم کے خیمہ میں اپنی زندگی گذار دی حتیٰ کہ جس مکان میں آپ نے اپنے آخری سانس پورے کئے اُس وقت بھی دیکھنے والوں نے یہی دیکھا کہ صوف کے معمولی خیمہ میں حضرت ابوذر کی لاش پڑی ہوئی تھی[1] پس اگرچہ وہ پہاڑ کی کھوہ میں نہیں گئے، لیکن شہروں کے وسط میں ہی آپ نے کھوہ بنا لیا تھا۔ اور یوں۔ رع۔ ایں طرفہ تماشا ہیں لبِ تشنہ بآب اندر کے خیالی تصور کی واقعی تصویر کھینچ دی تھی۔

روپے پیسے کے متعلق آپ کی تدبیر | میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "کہ اے ابوذر، جس سونے یا چاندی پر گرہ لگائی گئی وہ اس کے مالک کے لئے انگارا ہے" ادھر تو یہ ارشاد فرمایا تھا، دوسری طرف حکم تھا، "کہ بہترین کاموں میں یہ ہے کہ لوگوں کو کثرت سے سلام کیا کرو، اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرو اور رات کو نمازیں اُس وقت پڑھو جس وقت دنیا کے لوگ سوئے ہوئے ہوں" اور ظاہر ہے کہ مہمان نوازی کے لئے از بس ضروری ہے کہ انسان کے پاس کچھ پس انداختہ ہو۔

[1] طبقات صفحہ ۱۸۴ ۱۲ سے ۲ طبری کامل وغیرہ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں فرمانوں میں اس طرح تطبیق دی تھی، کہ آپ کا سالانہ وظیفہ جس وقت بیت المال سے ملتا اٹھتے اور اپنی لونڈی کو ساتھ لیکر سال بھر کا سامان خرید لیتے۔ اس کے بعد لٹاتے بانٹتے۔ پھر جو کچھ بچ جاتا اس کے پیسے بھنا لیتے۔ لوگ پوچھتے کہ تمام روپوں کو پیسے بنانے کی کیا ضرورت تھی آپ فرماتے کہ چاندی اور سونے کے رکھنے کی مجھے اجازت نہیں! در پیسہ چونکہ ان دونوں کے نیچے داخل ہیں اس لیے میں پیسے بنا لیتا ہوں تاکہ میں ان لوگوں میں نہ ہوں جن کے لیے حضورؐ نے دھمکیاں ارشاد فرمائی ہیں الغرض آپ اپنی معلومات سے محض مغلوب و مقہور رہتے تھے۔ جو کچھ سنا تھا وہ آپ کو مجبور کرکے اس پر عمل پیرا بناتا تھا حقیقت یہ ہے کہ علم کی حکومت فرمائیاں اس طرح اور کسی پر شاید ہوئی ہوں گی امیر کرم اللہ وجہہ نے سچ فرمایا۔ بلا شبہ یہی بھید تھا جس نے آپ کو مجذوب بھلول بنا دیا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام مباحث پر جو اس وقت تک پھیلائے گئے، غور کرنے کے بعد قول امیر کرم اللہ وجہہ عجز فیہ کا مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور میرا یہ دعویٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی آپ کی مجذوبیت کی شہادت دی ہے اس سے مراد یہی تھی۔

اخیر میں ہم ان چند خصوصیتوں کو بھی درج کرتے ہیں جو طائفہ مجاذیب کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور شیوہ جذب و مستی کے ساز و سامان میں شمار کیا جاتا ہے۔

ظرافت اس وقت تک حضرت ابوذر کے جتنے حالات تم پڑھ چکے، اس سے گمان ہوتا ہے کہ آپ کے مزاج میں خوش طبعی، اور طیبت کا مادہ موجود نہ تھا۔ حالانکہ مجذوبوں کی خصوصیت ہے، کہ گو ظاہراً وہ ہمیشہ ترشرو، چیں بجبیں رہتے ہیں، لیکن اندرونی طور پر ان لوگوں کے دل ہر وقت گدگداتے رہتے ہیں خصوصاً الٰہی کرشمہ پردازیوں کو دیکھ دیکھ کر بعض دفعہ خوب خوب ہنستے اور قہقہے لگاتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر بھی کبھی یہ حالت طاری ہو جاتی تھی۔ ایک دن آپ کسی مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے۔

"کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص پیش ہوگا، فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ پہلے اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو پیش کرو۔ فرشتے اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے اُس کے چھوٹے گناہوں کی فہرست اس طرح پیش کریں گے، کہ تم نے فلاں دن یہ کیا۔ فلاں دن یہ کیا وہ بیچارہ اس کا اقرار کرتا جائے گا اور دل میں ڈریگا کہ دیکھئے جب کبائر کی فہرست پیش کی جائے گی تو کیا ہوگا۔ فرشتے جب صغائر پوچھ کر فارغ ہو جائینگے تو آواز آئے گی، کہ اس کو ہر ہر گناہ کے بدلے، ایک ایک نیکی دیتے چلے جاؤ، پھر رحیمانہ فرمان سنتے ہی وہ شخص غل مچانے لگے گا، شور کریگا۔ کہ فرشتو! ٹھیرو! ابھی ہمارے پاس اور بھی بڑے بڑے گناہ ہیں اُن کو بھی گن لو، میں اس فہرست میں انہیں نہیں دیکھتا،، (یعنی اُن کے عوض میں بھی مجھے نیکیاں ملنی چاہئیں)،،

حضرت ابوذر اس لفظ پر آکر ٹھیر جاتے اور فرماتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اس حدیث کو بیان کرتے، تو اس قدر ہنسا کرتے کہ آپ کی داڑھی کھل جاتی تھی، اس کے بعد حضرت ابوذر کس قدر ہنسا کرتے تھے۔ اس کا اندازہ تم خود ہی لگا سکتے ہو۔

دوسری ظرافت نعیم بن قعنب الریاحی کہتے ہیں، کہ میں ایک دن حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گھر پر ڈھونڈھا تو معلوم ہوا کہ آپ یہاں تشریف نہیں رکھتے ہیں، آپ کی بیوی صاحبہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے فرمایا۔

"کہ سامنے انکی کچھ جائداد ہے۔ وہیں ہوں گے،،

میں جب اُدھر چلا، تو دیکھتا ہوں کہ آپ کے آگے آگے دو اونٹ ہیں جن کے گلے میں مشکیں پڑی ہوئی ہیں۔ آپ انھیں پیچھے سے ہنکاتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ میں آگے بڑھکر آپ سے ملا۔ اور ساتھ ساتھ مکان پر آیا۔ آپ نے مشکیں اوتاریں۔ اس کے بعد مجھ سے دریافت فرمایا۔ کہ تم کون ہو، میں نے کہا کہ آپ سے ملنے کی مجھے تمنا بھی تھی اور آپ کی ملاقات سے مجھے نفرت بھی تھی۔ حضرت ابوذر نے فرمایا! یہ دونوں باتیں کیونکر ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔

نعیم نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کیا ہے۔ اب مجھے اس کی فکر ہے، کہ میرا گناہ معاف ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو اسکی کیا صورت ہے، اسکا کفارہ بھی ہے یا نہیں۔

پس جب دل میں یہ خیال آتا تھا کہ آپ ہی میرے لئے کوئی راستہ پیدا کرینگے اسوقت ولولہ ہوتا تھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ سے مل ہی لوں۔ پھر کبھی خطرہ ہوتا تھا کہ کہیں آپ نے مجھے مایوس العلاج قرار دیا تو یہ عمر بھر کا ایک غم میرے ساتھ لگ جائیگا اور اس کے بعد مجھے آپ سے نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔[۱]

حضرت ابوذر نے اس کے بعد فرمایا کہ یہ حرکت تم نے کفر کے زمانہ میں کی ہے یا اسلام میں؟ نعیم نے کہا، کہ ایام کفر میں، حضرت ابوذر نے فرمایا تو پھر کیا پرواہ ہے (یعنی اسلام خود ہی تمام گناہوں کا کفارہ اور کفر کے زمانہ کی ہر قسم کے گناہوں کو ڈھا دینے والا ہے)

نعیم سے اسقدر فرما دینے کے بعد آپ اپنی بیوی کیطرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ انکے کھانے کیلئے کچھ کھانا لاؤ۔ بیوی صاحبہ یہ سنتے ہی برس پڑیں (یعنی ایک تو کماتے کھاتے نہیں اور اسپر مہمان نوازی کا شوق۔

آپ نے پھر بھی نہایت نرمی سے کہا کہ بیچارے کے لیئے لاؤ۔ لیکن وہ تھیں کہ بگڑ رہی تھیں، حتی کہ آپ نے تیسری بار کچھ زور دیکر فرمایا کہ لاتی بھی ہو یا نہیں۔ لیکن وہ کب سننے والی تھیں۔ اسطرح الجھ پڑیں آخر میں آپ نے گویا ہنس کر فرمایا۔ کہ

"اری کس قدر بولوگی، کہیں اس سے آگے تم لوگ تھوڑا ہی نکل سکتی ہو، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کی شان میں ارشاد فرما چکے ہیں"

نعیم تو وہیں پر کھڑے تھے، بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے بارہ میں کیا فرمایا ہے آپ نے فرمایا۔

"کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ یہ عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اگر انھیں سیدھی کرنا چاہو گے، تو یہ ٹوٹ جائینگی، اور اگر یوں ہی چھوڑ دو گے، تو کجی باقی رہیگی لیکن کچھ کام بھی چلتا رہیگا۔"

یہ سنکر وہ اندر تشریف لیگئیں اور خشک ثرید کے کچھ ٹکڑے لے آئیں، آپ نے نعیم کو کہا کہ تم تو شروع کیجئے اور اسکا خوف نہ کیجئے کہ میں کیوں شریک نہیں ہوا کیونکہ میں روزہ دار ہوں"

---

[۱] اس قسم کی متضاد کیفیتیں مجذوبوں کی جانب سے عام طور پر دلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ دعا و بد دعا کی امید و خوف میں ہر شخص ان کی جانب سے یہی دونوں خیال رکھتا ہے۔ ۱۲ منہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہکر نماز کی نیت باندھ لی نعیم کہتے ہیں کہ میں کھا رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ وہ نماز میں کسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں حتی کہ جب انہوں نے اندازہ کر لیا کہ اب مجھے سیری ہو گئی ہو گی۔ فوراً سلام پھیر کر، بیٹھ گئے، اور ہاتھ بڑھا کر کھانا شروع کیا مجھے انکی اس حرکت پر سخت حیرت ہوئی، اور بیساختہ زبان پر، اناللہ وانا الیہ راجعون جاری ہو گیا۔

حضرت ابوذر نے جب مجھے اس حال میں دیکھا، تو ہنسنے لگے، اور فرمایا کہ تم کو کیا ہوا، میں نے کہا کہ اگر میں الناس میں کسی کو جھوٹ بولنے والا خیال بھی کرتا ہوں، تو کم از کم تم کو تو ان لوگوں سے میں مستثنیٰ سمجھتا تھا"

حضرت ابوذر نے فرمایا۔ تیرے ماں باپ خدا پر قربان ہوں۔ جب سے تم آئے ار اسوقت تک تمھارے سامنے میں نے کیا جھوٹ بولا۔

میں نے کہا خوب، ابھی آپ نے فرمایا تھا "کہ میں روزہ دار ہوں" حضرت ابوذر نے کہا کہ ہاں! البتہ اس کھانے کے بھی روزہ دار ہوں اور ہونگا۔ کیونکہ میں اس مہینہ کے تین دنوں ۱۳-۱۴-۱۵- میں روزے رکھ چکا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے ان تین دنوں میں روزہ رکھا اُسنے گویا مہینے بھر کا روزہ رکھا (یعنی ہر روزہ کے بدلہ میں دس روزہ کا ثواب ملا اور اسیطرح تین روزوں کے عوض میں ۳۰ روزوں کا ثواب حاصل ہو گا) پس آج میرا روزہ بھی ہے اور اسکا اجر بھی ہے اور تمھارے ساتھ کھا بھی رہا ہوں[۵]،

اس قسم کی اور بھی ظرافتیں آپ سے منقول ہیں میں اسوقت اسی پر کفایت کرتا ہوں۔

لوگوں پر مجذوبانہ انداز کیساتھ بگڑنا

اس طائفہ کیساتھ اور باتیں بھی مخصوص ہیں مثلاً جو آدمی انکے پاس جائیگا تو اسپر پہلے بگڑینگے، اسے جھڑکیں گے، اگر زیادہ مغلوب الحال ہوئے تو سنا ہے کہ گالیاں بھی دیتے ہیں

بہر حال حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ کا جذب چونکہ جذب کامل تھا، اس لیئے ہذیان وخرافات تو آپ کی زبان مبارک سے نہیں نکلتے تھے۔ لیکن بگڑنے جھڑکنے کی عادت آپ میں بھی تھی۔

عوام تو عوام بڑے بڑے جلیل القدر صحابی آپ سے ملنے کیلئے آتے، انپر بگڑتے اُنسے بھاگتے، اپنے

[۵] مسند احمد ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے سے اٹھا دینے کی کوشش کرتے، لیکن چونکہ اس طائفہ کی ان تمام باتوں کو لوگ انکی مغلوب الحالی پر محمول کرتے ہیں اور آجتک دنیا میں یہ طریقہ مروج ہے، اسلئے کسی کو آپ کی باتیں بری نہیں معلوم ہوتی تھیں آپ جسقدر بیزاری ظاہر کرتے صحابہ اسی قدر آپ سے لپٹتے، آپ انہیں نکالتے، لیکن قدر شناسانِ حقیقت ابو ذر اور بھی آپ کے قریب ہوتے۔

ایک دن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن (جہاں کہ آپ صوبہ دار اور ناظم تھے) سے واپس آئے، تو حضرت ابو ذرؓ سے بھی ملنے کیلئے تشریف لائے۔ حضرت ابو ذرؓ کھڑے ہوئے تھے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ پیچھے سے آکر آپ کی کمر میں لٹک گئے۔

حضرت ابو ذر آپ کو دیکھتے ہی، بگڑ گئے، وہ کمر میں لپٹے ہوئے ہیں اور کہتے جاتے ہیں،

مرحبا باخی	میرے بھائی مرحبا

مگر آپ کی یہ کیفیت ہے۔ کہ

الیک عنی	ہم سے دور رہو

فرمارہے ہیں۔

ابو موسیٰ اشعری ایک دُبلے پتلے آدمی تھے، اور آپ کا بدن بھاری تھا، وہ چمٹے ہوئے ہیں اور حضرت ابو ذر جھٹکے دیدیکر چاہتے ہیں کہ کسیطرح انسے چھوٹ جاؤں۔ دیر تک کشاکش ہوتی ہے

"دور رہو دور، ہم تم سے ملنا نہیں چاہتے"

آپکی زبان پر جاری ہے، حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں، کہ "دور کیوں رہونگا، تم میرے بھائی ہو"، آپ اس کا جواب دیتے، کہ "نہیں تم اب میرے بھائی نہیں رہے، تم سے برادری اسوقت تک تھی، جبتک کہ تم کسی صوبہ کے عامل اور ناظم مقرر نہیں ہوئے تھے"

الغرض دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا، اور خدا جانے آخر میں ان دونوں نے کیا فیصلہ کیا۔ انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر میں پھر راضی ہو گئے۔ آپکی یہ عادت تھی، کہ بگڑتے اور خفا ہونیکے بعد پھر نرم پڑ جاتے تھے، کیونکہ اسیطرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو بحرین کے ناظم اور صوبہ دار تھے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہاں سے آئے تو آپ سے ملنے گئے، اور اسیطرح کمر میں لٹک گئے حسبِ دستور انکو بھی آپنے

الیک عنی	مجھسے الگ رہو، دور رہو۔

کہنا شروع کیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرحبا باخی	بھائی مرحبا

فرماتے جاتے تھے اور آپ اُن کی انگلیاں پکڑ کر چاہتے تھے کہ نکل بھاگوں۔ مگر وہ بھی زبردست تھے کب چھوڑتے آخر میں تھک کر آپنے پوچھا، کہ تم ان لوگوں (یعنی خلفائے وقت کی) کیطرف سے کسی صوبہ کے عامل مقرر ہوئے یا نہیں۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ ہاں! میں نے صوبہ داری قبول کی۔ آپنے پوچھا تو صوبہ داری کے زمانہ میں کوئی اونچی کوٹھی بھی تم نے بنوائی۔ کوئی بڑی زمینداری بھی حاصل کی۔ اونٹوں اور بکریوں کی ریوڑوں کے تم مالک بھی ہوئے ؟۔

حضرت ابوہریرہ نے کہا۔ نہیں میں نے ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں حاصل کی۔ یہ سُنکر خوش ہوگئے اور پھر خود گلے ملکر فرمانے لگے۔ ہاں! تو تم میرے بھائی ہو، تم میرے بھائی ہو۔[۱]

الغرض عموماً اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ناز کرتے، اور صحابہ بھی آپ کی ناز برداریوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ آپ ہر شخص کو ڈانٹ دیتے، ذراسی بھی غلطی ہوتی تو ٹوک دیتے، نہ کسی سے ڈرتے تھے، اور نہ کسی سے دبتے تھے۔ سب کو اپنا ہمعصر ہم جماعت سمجھتے تھے،

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کا ادب	ہاں! آپ اگر کسی کے تقویٰ زہد علم و معرفت کے آگے جھکتے تھے تو وہ صرف ایک وحید ذات حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔[۲]

بلکہ میں جب ان عظمتوں اور توقیروں کے واقعات پڑھتا ہوں، جو آپ حضرت عمرؓ کی کیا کرتے تھے تو پھر آپ کی مجذوبیتہ میں مجھے شبہ پڑجاتا ہے۔ لیکن غور کرنیکے بعد وہ بھی جذب ہی کے شئوں میں سے ظاہر ہوتی ہیں

---

[۱] یہ تمام واقعات طبقات ابن سعد سے ماخوذ ہیں ۱۲ [۲] حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ آپکا کیا برتاؤ تھا مجھے تفصیلی علم اسکا نہو سکا البتہ آغاز اسلام میں حضرت ابوبکرؓ نے آپ پر جو کچھ احسانات کئے تھے اسکا مقتضی یہی معلوم ہوتا ہے کہ انکے سامنے بھی آپکی گردن جھک جاتی ہوگی علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کی شان میں جو کچھ ارشاد فرمایا تھا اُسے حضرت ابوذر کے دل و دماغ میں جو بات پیدا کی ہوگی۔ اُسے تم خود سمجھ سکتے ہو۔ ۱۲ ❊ ۱۲ ❊ ۱۲ ❊ ۱۲ ❊ ۱۲ ❊ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا ہی کہ یہ لوگ کبھی طارم اعلیٰ کی سیر میں محو ہوتے ہیں اور کبھی اپنی پشت پا کی بھی انھیں خبر نہیں ہوتی،

مسند احمد میں ایک واقعہ ہی کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے سے ایک شخص گذرا جسکا نام غضیف بن حارث تھا، اگرچہ وہ صحابی نہ تھے لیکن رشد وصلاح کے زیور سے آراستہ اور سینے میں ایک پاک دل رکھتے تھے، حضرت عمر رض نے ان کو دیکھکر فرمایا۔

نعم العبد غضیف | غضیف کیا اچھا بندہ ہے۔

حضرت ابوذر وہیں کہیں کھڑے ہوئے تھے، جب غضیف آگے روانہ ہوئے تو آپ بھی ان کے پیچھے ہولیے اور سامنے آکر نہایت لجاجت اور غایت عاجزی سے فرمانے لگے۔

"بھائی میرے لئے دعا کرو، خداوند تعالیٰ کے دربار میں میری بخشائش کی درخواست دو کہ وہ میرے گناہ معاف فرمادے"

غضیف حضرت ابوذر کو اس حال میں دیکھکر گھبرا گئے اور متعجبانہ لہجہ میں فرمانے لگے،

"حضور یہ آپ کیا فرماتے ہیں، آپ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ احق ہیں کہ میرے لئے استغفار کریں نہ کہ میں"

حضرت ابوذر نے اس کے بعد جو کچھ فرمایا ہی وہ ان تمام اندرونی جذبات کو بے نقاب کر دیتا ہی، جو آپ کے دل میں حضرت عمر کی جانب سے موجزن تھے، آپ نے کہا۔

"کہ میں نے عمر بن الخطاب کی زبان سے ابھی سنا ہی کہ انھوں نے فرمایا نعم العبد غضیف (غضیف بہت اچھے بندہ ہی) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہی کہ سچائی اور راستی عمر کی زبان پر چسپاں کردی گئی ہے"

مقصد یہ کہ جب تم کو فاروق اعظم نے اچھا کہا ہے تو تم یقیناً اچھے ہو اور اچھوں کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں یہاں یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ عموماً ارباب تشیع حضرت ابوذر رض کو اصحاب طیبین و طاہرین میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن حضرت ابوذر رض جس ذات کو طیب خیال فرماتے ہیں اوسکی تصدیق کو گویا آسمانی تصدیق سمجھتے ہیں، کسقدر عجیب ہے کہ یہ لوگ اس کی اونچی شان پر منہ آتے اور اُنکی پاک نیت پر حملے کرتے ہیں۔ غضیف سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوذر رض نے جس چیز کی درخواست کی، تم خود انصاف کرو کہ کیا تقیہ کے کسی فرد کے نیچے وہ داخل ہو سکتا ہے؟ - ان کو کس نے مجبور کیا کہ خواہ مخواہ اس سے دعا کیلئے الحاح وزاری کریں۔ فمال لھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا۔

سفر دمشق الشام | مدینہ منورہ کے قریب ایک نامی پہاڑ سلع ہے۔ حضرت ابوذر رض کو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی۔ کہ

اذا بلغ البناء سلعا فاخرج الی الشام (مسند احمد، ابو یعلی) | جب مدینہ کی آبادی جبل سلع تک پہنچ جائے تو تم شام کیطرف کوچ کر جانا۔

یہ فرمان کیوں دیا گیا تھا، اسکی صحیح علت مجھے معلوم نہیں، مراتب سلوک میں سلع کی آبادی سے کیا نقصان پہنچتا تھا، مرشد و مرید کے علاوہ اسے اور کون جان سکتا ہے۔ تاہم قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مدینہ کی آبادی اسقدر معمور ہو جاویگی تو اس وقت اسکا تمدن بہت بڑھ جائیگا۔ اور حضرت ابوذر رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز بنانا چاہتے تھے چونکہ اس کیلئے اتنی مدنیت مضر ہوتی ہے۔ اسلئے آپ نے شام کی روانگی کا حکم دیا واللہ اعلم۔

حافظ عمر و بن عبد البر وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ مدینہ کی یہ عمرانی ترقی خلافت فاروقی سے پہلے ہو چکی تھی۔ اس لئے ان لوگوں کا خیال ہے کہ وفات ابوبکر صدیق کے بعد ہی حضرت ابوذر رض شام روانہ ہو گئے۔ مگر غضیف کے گذشتہ بالا قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت فاروقی میں بھی حضرت ابوذر رض مدینہ میں موجود تھے۔ کیونکہ زیادہ قرینہ یہی ہے کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے۔ گو یہ کوئی قطعی دلیل نہیں۔ لیکن میرے پاس اسکے علاوہ اور بھی چند قرائن ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ خلافت فاروقی میں بھی حضرت ابوذر رض مدینہ منورہ میں رہے۔ یہ ممکن ہے کہ آپ ہی کی زندگی میں شام تشریف لیگئے ہوں۔ بہر حال یہ ایک نرا خشک تاریخی جھگڑا ہے اس لئے میں اسکو اتنے بیان پر ختم کرتا ہوں۔

اتنا قطعی ہے کہ خلافت عثمانی میں حضرت ابوذر رض دمشق میں تھے وہاں کملوں کا ایک معمولی سا جھونپڑا ڈال لیا تھا۔ جسمیں اپنے اہل و عیال کیساتھ زندگی گذارتے تھے۔[1]

---

[1] طبقات ابن سعد جزء رابع صفحہ ۱۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ کنز | جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر حضرت ابوذر کا خاص شیوہ تھا۔ سچائی کے اعلان میں دنیا کی کوئی قوت آپکو روک نہیں سکتی تھی حتیٰ کہ خود امیر کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے،

"اللہ کی باتوں میں ملامت کرنیوالوں کی طعنوں سے نہ ڈرنیوالا صرف ابوذر رہ گیا ہے"

الغرض مشکوٰۃ نبوت سے جو روشنی آپکو عطا کیگئی تھی۔ اس کے عام کرنے میں آپ کبھی دریغ نہیں فرمایا کرتے تھے جب موقع ملتا اور جہاں ملتا اسی فکر و عمل میں مصروف رہتے۔ حتیٰ کہ تم آغاز کتاب میں پڑھ آئے ہو کہ اعلان توحید میں آپ پر کیا کیا مصائب نازل ہوئے۔ لیکن آپکو اسکی کوئی پرواہ نہ ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب آپ شام تشریف لائے تو یہاں بھی آپنے وعظ و درس کا باب کھولدیا۔ اشاعت سنت میں منہمک ہوگئے اسی ضمن میں آپنے مسئلہ کنز کی بھی تبلیغ شروع کی۔ جو لوگ کنز کے مرتکب تھے انکو دہکاتے، ڈراتے اور فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"جو لوگ چاندی اور سونے پر گرہیں لگاتے ہیں وہ شعلہ بنکر ان سے لپیٹیں گے جب تک کہ اسے خدا کی راہ میں صرف نکردیں"

کبھی بیان کرتے کہ کانزین یعنی سونے چاندی جمع کرنیوالوں کو مژدہ سنادو، کہ جہنم کی آگ میں تپائی ہوئی تختیاں انکی ایک پستان پر رکھی جاویں گی حتیٰ کہ وہ سینہ کو توڑکر مونڈھے کی ہڈیوں سے نکل جائیں گی۔ اسی طرح پھر مونڈھے کی ہڈیوں پر دھری جائینگی۔ حتیٰ کہ وہ دوسرے پستان کی طرف سے توڑکر باہر نکل آئینگی[1] کبھی ارشاد فرماتے۔ مالدارو! غریبوں کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔

جو لوگ سونا چاندی کو سینت سینت کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں بھی خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک دکھ کا مژدہ سنادو۔ اسدن وہی سونا چاندی آگ میں گرم کئے جائینگے۔ پھر انکی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھے اس سے داغے جائینگے اور کہا جائیگا یہ وہی ہے جسے اپنے فائدہ کیلئے تمنے اکٹھا کیا تھا اب چکھو اس چیز کو جسے تم لوگ جمع کرتے تھے

الغرض متواتر مسجدوں، بازاروں میں آپکا یہ بیان ہوتا رہا، مورخین کا بیان ہی کہ اس واقعہ سے عام

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ ۱۲ سلہ تاریخ طبری صفحہ ۲۹۳ج ۵ – ۱۲ منہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر دمشق میں بڑھی پھیل گئی۔ غربا امراکو تنگ کرنے لگے ایک آفت برپا تھی، طبری میں ہے۔

حتی ولع الفقراء بمثل ذالک واوجبوہ علی الاغنیاء[1]

غربا اس قسم کی باتوں سے دلچسپی لینے لگے اور نہ صرف اسکو واجب کردیا کہ جو کچھ ان کے پاس ہو اسے خرچ کردیں

چونکہ اس مسئلہ نے آئندہ چلکر ایک اہم صورت اختیار کی۔ اس لئے ہم اس میں کچھ تفصیل سے کام لینا چاہتے ہیں خصوصاً اسلئے بھی کہ ہمارے نزدیک اسوقت تک کسی نے آپ کے اصل مقصد کو بے نقاب نہیں کیا۔ اور عام طور سے اہل علم میں بھی ایک غلط بات مشہور ہوگئی ہے۔

آپ کے مذہب کی تنقیح مختلف لوگوں نے آپ کے خیال کی مختلف شرح کی ہے۔ ہم پہلے علماء کی آراء درج کرتے ہیں اخیر میں جو کچھ اپنی رائے ہے اسے بھی ظاہر کریں گے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (۱) عام طور سے اکثر علماء کی یہی رائے ہے کہ آپ ہر ایک قسم کے مال کو جمع کرنا حرام سمجھتے تھے، حافظ عمرو بن عبدالبرؒ کہتے ہیں۔

وردت آثار کثیرۃ عن ابی ذر تدل علی انہ کان یذھب الی ان کل مال مجموع یفضل علی القوت وسداد العیش فھو کنز یذم فاعلہ وان آیۃ الوعید نزلت فی ذلک

ابوذر سے بکثرت ایسی باتیں منقول ہوئی ہیں جو بتاتی ہیں کہ کھانے پینے اور سامان زندگی کے علاوہ ہر ایک قسم کے مال جمع کرنیکو کنز کہتے تھے اور اسکے مرتکب کی مذمت فرماتے تھے اور قائل تھے کہ وعید کی آیت۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے

لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ آثار کن کتابوں میں مذکور ہیں۔ طبقات۔ مسند۔ مصنف اس کے علاوہ عموماً تاریخ وحدیث کی کتابیں ہمارے پاس ہیں ان میں اس بڑے دعوی کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ ابھی گذشتہ آیت وحدیث اور آپکے مواعظ تو تم کو معلوم ہونگے۔ کہ انسے یہ دعوی کسیطرح ثابت نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہوئی ہے کہ قاضی عیاض حافظ ابن حجر وغیرہ نے آپ کے قول کی تاویل کی ہے (۲) قاضی عیاض کا خیال ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام طور پر ہر شخص کے لئے اس کو حکم نہیں سمجھتے تھے بلکہ اون کی کل دھمکیاں ان بادشاہوں کے ساتھ مخصوص تھیں جو رعایا سے روپئے وصول کرکے محض اپنی عیش وآرام جاہ وجلال میں صرف کرتے ہیں اور جن لوگوں کے حقوق ہیں اون کو محروم رکھتے ہیں۔

علامہ نووی کو اس توجیہ پر غصہ آگیا ہے۔ اور نہایت سختی کیساتھ فرماتے ہیں کہ ابوذر تو اپنے زمانہ میں لوگوں کو دھمکاتے پھرتے تھے۔ پھر اس قسم کے ظلم وعیش پسند بادشاہ اس زمانہ میں کب موجود تھے، کہ وہ خلفائے صدیقین وامرائے عادلین مثل ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عہد تھا۔

(۳) حافظ ابن حجر نے یہ تاویل کی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دراصل یہ خیال نہ تھا کہ اپنا مال جمع کرنے میں بھی انسان داغا جائیگا۔ بلکہ آپ کا یہ فتویٰ ان لوگوں کیلئے تھا، جو دوسروں کا مال لیکر جمع کرتے ہوں، اور جب اصلی مالک اس کا مطالبہ کرتا ہے تو ہاں نہیں میں ٹالدیتے ہیں۔ اس لئے اپنے مال پر کسی کی تعذیب کیوں ہو، بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کا فتویٰ تھا، کہ اگر زکوٰۃ نکالنے کے بعد ہمارے پاس ایک پہاڑ کے برابر سونا ہو تو ہمیں پھر کوئی خوف نہیں۔

حافظ نے اس کے بعد ایک اور توجیہ بیان کی ہے چونکہ وہ بجنسہ قاضی عیاض کی تاویل کا ترجمہ ہے اسلئے اسے قلم انداز کرتا ہوں۔

ناچیز کی رائے اگر امام نووی کو قاضی عیاض پر اور قاضی عیاض کو اپنے گذشتہ مولفین ومصنفین پر نکتہ چینی کا حق حاصل ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اگر مجھے اعتراض کا نہیں تو کم از کم اپنے خیالات کے اظہار سے کیوں روکا جائے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میں آئندہ لکھوں گا اس میں غلط فہمی کی گنجائش نہیں۔ ویداً نہ ہے۔

---

[1] تاریخ طبری صفحہ ۲۶ ج ۵۔ ۱۲ [2] فتح الباری ج ۳ صفحہ ۲۱۶ ۱۲ منہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ایسا سمجھتا ہو فلینظر الانسان مما خلق کے بعد اس قسم کی متکبرانہ دعاوی کا حق کس کو حاصل ہے؟

بہر حال میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہدیٰ و روش طرز و طریقہ روایات، و اقوال سے جو کچھ سمجھا ہے اُسے پیش کئے دیتا ہوں۔

میرا خیال یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ خصوصیت کے ساتھ نقدین (سونا چاندی) جمع کرنے کی چیز نہیں، علاوہ ان نقدین کے آپ کسی چیز کے جمع کرنے کو نہیں فرماتے تھے، حافظ ابو عمرو بن عبدالبرؒ کا یہ کہنا کہ "کل مال مجموع" مال کا لفظ جو ہر ایک قسم کے مال پر صادق آتا ہے قابل اصلاح ہے، بلکہ کہنا یہ چاہیئے۔ کہ "کل ذہب وفضۃ"

پھر نقدین کے بارہ میں آپ کا یہ خیال کبھی نہ تھا کہ حاجت سے اگر زیادہ ہو تو خدا کی راہ میں لٹا دو، بلکہ خود آپ کے قول و عمل سے عنقریب معلوم ہوگا کہ آپ کی رائے یہ تھی کہ:-

(۱) اگر روپے اشرفیاں حاجت سے زیادہ ہیں تو ان کو فوراً کسی مفید چیز کی صورت میں بدلدو، تاکہ ایک مفید جائداد ہو جائے، یا روزمرہ کی ضرورتوں میں کام آئے مثلاً اس سے زمین خرید لی جائے، بکریاں مول لے لی جائیں جن کے بچے و دودھ سے فائدہ حاصل ہو۔ گدھے گدھیاں اونٹ وغیرہ لے لئے جائیں تاکہ باربرداری سواری میں اُن سے آرام ملے۔ یا پیسے بنا لئے جائیں جو روزمرہ کی ضرورتوں میں کام آتے رہتے ہیں۔

(۲) اور اگر یہ چیزیں کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ ہیں تو پھر وہ اُخروی تجارت شروع کرے ایک اٹھنی کی دس اٹھنیاں، قطعاً بنانا چلا جائے، پھر اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا بلکہ خواہ مخواہ اُسے جمع کرتا ہے تو اُس کے حق میں آپ یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ	اور جو لوگ جمع رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اُس کو نہیں
ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم	خرچ کرتے اللہ کی راہ میں تو (اے محمدؐ) اُن کو خوشخبری
بعذاب الیم۔ الآیۃ	سُنا دو دردناک عذاب کی۔

حتیٰ کہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سونے کے زیور کو بھی پسند نہیں کرتے تھے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں چاہتے تھے کہ سونا زیور کی صورت میں مقید ہو جائے کیونکہ مسند میں ایک حدیث ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک اعرابی آیا جس میں حضرت ابوذر رضؓ بھی شریک تھے۔ اور آکر کہا،

اکلتنا الضبع یا رسول اللہ	ہم لوگوں کو قحط کھا گیا یا رسول اللہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ میں اس سے زیادہ اُس وقت سے ڈر رہا ہوں کہ تم لوگوں پر دنیا خوب اچھی طرح بہائی جائے گی (یعنی وہ اس قحط سے زیادہ خطرناک اور ایام آزمائش ہوں گے) اور اس کے بعد نہایت حسرت سے آپ نے ارشاد فرمایا۔

فیالیت امتی لا یتحلون الذھب	کاش میری اُمت سونے کا زیور استعمال نہ کرتی۔

اس روایت سے گو سونے کی حرمت مطلقاً نہیں معلوم ہوتی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا تھی کہ میری اُمت (خواہ مرد ہو یا عورت کہ لفظ عام ہے) سونے کا استعمال نہ کرتی۔

حضرت ابوذر رضؓ کے اندر جو خدا کی کیفیت موجود تھی اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ پر اس حدیث کا کیا اثر مترتب ہوا ہوگا۔ اگر میں یہ کہوں کہ انھوں نے اُمت پر سونے کو حرام کر دیا ہوگا تو کیا بعید ہے۔ خصوصاً جب کہ حدیث کے وہی راوی بھی ہیں۔ خلاف میں کوئی فتویٰ بھی نہیں۔ تو یہ بات امکان سے بہت قریب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ بعض ارباب فتاویٰ کی رائے بھی ہے۔ بہر حال اگر وہ طلائی زیوروں کو حرام نہیں تو کم از کم ناپسند ضرور خیال فرماتے ہوں گے، اور اگر یہ بھی نہیں تو پھر اس پر زکوٰۃ ضرور فرض سمجھتے ہوں گے۔

ـــــ

لـه طبقات مسند ۲

مندرجہ بالا دعوے کی وجوہات میرے نزدیک آپ کی رائے کی صحیح تصویر یہی ہے، طبقات و مسند، اس وقت ہمارے سامنے کھلی ہوئی ہے۔ کثرت سے ان دونوں میں ایسی چیزیں ملتی ہیں جن سے ہمارا دعویٰ مدلل ہو جاتا ہے خود آپ کے ذاتی عمل اور قول سے اس کا پتہ چلتا ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی، اس کے ہوتے ہوئے دوسروں کی باتیں زیادہ وقیع نہیں۔ مثلاً معلوم ہوتا ہے۔

(ا) آپ اپنے وظیفہ سے سال بھر کی چیز خرید لینے کے بعد باقی روپیوں کے پیسے بھنا لیتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) جب شام سے آپ کے اہل وعیال واپس ہوئے (جس کی تفصیل آگے آتی ہی) تو اُن کے پاس ایک کیسہ برآمد ہوا۔ لوگوں کو اُس پر حیرت ہوئی۔ اس پر آپ کی بیوی نے فرمایا۔ کہ قسم خدا کی اس میں اشرفی اور درہم نہیں ہیں۔ بلکہ پیسے ہیں، جسے ابوذر ضروریات کے لیئے بھنالیا کرتے تھے[۹۲]

(۳) آپ کے پاس گدھیاں بھی تھیں، گدھے بھی تھے جو باربرداری وغیرہ میں کام آتے تھے[۹۳]

(۴) آپ کے پاس اونٹ بھی تھے جن پر علاوہ سواری کے پانی لایا کرتے تھے[۹۴]

(۵) آپ کی ملک میں زمین بھی تھی[۹۵] خواہ بصورت کھیتی یا باغ۔

(۶) خود آپ سے روایت ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من صاحب ابل ولا بقر ولا غنم لا یودّی زکوتھا الا جاءت یوم القیمۃ اعظم ما کانت واسمنہ تنطحہ بقرونہا و تطؤ باخفافہا کلما نفذت اُخرھا عادت اولھا حتی یقضی بین الناس۔ (مسند احمد)

جو شخص اونٹ یا گائے بکری کا مالک ہی اور اُس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہی قیامت کے دن اُس کے یہ جانور لائے جائینگے۔ دنیا میں جس قدر بڑے ہونگے قیامت کے دن اس سے زیادہ بڑے کرکے لائے جائینگے اسی طرح دنیا میں جس قدر موٹے ہونگے اُس سے زیادہ موٹے کرکے قیامت کے دن لائے جائینگے اور پھر اپنے مالک کو سینگ مارینگے اور پاؤں سے روندینگے جبتک حساب کتاب کا معاملہ ختم نہ ہوگا یہ اسی طرح کرتے ہیں گے جب ایک قطار ختم ہو جاوے گی دوسری لوٹے گی۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مویشیوں کی جب زکوٰۃ ادا کردی جائے تو پھر ان کے رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ اور یہ بالکل ناممکن ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اجازت دیں وراسی اجازت کے خود حضرت ابوذر راوی ہوں اور پھر اس کی مخالفت کریں۔

الغرض حضرت ابوذرؓ کو اجازت دی کہ زکوٰۃ نکالنے کے بعد آدمی جس قدر اونٹ گائے وغیرہ رکھ سکتا ہے

۹۲ تاریخ طبری وطبقات ۱۲ ۹۳ طبقات ۱۲ ۹۴ طبقات ۱۲ ۹۵ مسند احمد میں ہے الی ضیعتہ لہ ضیعتہ کے معنے مجمع البحار میں ہیں الباتین والمزارعۃ ۱۲

www.KitaboSunnat.com

رکھے، اس کے لئے کوئی وعید نہیں۔ پھر حافظ ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ آپ ہر ایک قسم کے مال کے لئے کنز کو عام رکھتے تھے، کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

کیا ان امور کو پیش نظر رکھنے کے بعد اگر ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں تو کیا غلطی ہے۔ تم خود غور کرو کہ اگر یہ باتیں جو ہم نے اوپر نقل کی ہیں، صحیح ہوں، اور انشاء اللہ ہیں، تو پھر ہمارے دعوے کی صداقت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟ نہیں کے علاوہ اس کا اور جواب کیا ہوگا۔

اور جب کہ ایسا ہے، تو پھر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جن غلط نویسوں نے آپ کی طرف یہ فتویٰ منسوب کیا ہے، کہ حضرت ابوذر کا خیال تھا، کہ

صاحب المال کافر | مال والے کافر ہیں۔

یقیناً انتہائی کوتہ بینیوں میں مبتلا ہیں۔ میں حیرت میں ہوں، کہ جب سیر کی جیّد و موثق کتابیں اس فتوے سے معرّا ہیں، حدیثوں میں اس کا پتہ نہیں، بلکہ ان کتابوں میں جو کچھ ملتا ہے، وہ محض اس کے خلاف ہی تو پھر یہ کیا ظلم ہے کہ بغیر تحقیق کے ایسے نفوس بھی جن کو اپنی تاریخی وسعت نظریوں پر ناز ہے، اس بے سروپا فتوے کو نقل کرتے ہیں، اور پھر اس کی تغلیط نہیں کرتے عفی اللہ عنہم

ہاں! اس قدر میں بھی مانتا ہوں کہ خاص ذہب (سونا) فضہ (چاندی) کے متعلق آپ کا یہ خیال ضرور تھا۔ یہ جمع کرنے کی چیزیں نہیں ہیں۔

میں ان کے مسلک کی تائید کرنا نہیں چاہتا لیکن اس قدر ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ ایسا فرماتے تھے تو شریعت اسلامیہ میں اس خیال کے پیدا ہونے کی مناشی صحیحہ موجود ہیں۔

مثلاً اسلام نے سونے اور چاندی کے زیوروں کو مردوں پر حرام کر دیا، اس کے برتنوں وغیرہ کے استعمال کو بھی اسلام نے مرد و عورت دونوں کو قطعاً ممانعت کر دی یہ آخر یہ کیوں ہے؟ وجہ ظاہر ہے کہ سونا چاندی خود کوئی مفید چیز نہیں۔ بلکہ اُخروی و دنیوی، دونوں ترقیوں کا یہ آلہ ہے، اگر کسی کے پاس دس ہزار اشرفیاں ہیں اور اُن کو اُس نے زمین میں دفن کر دیا تو حقیقت یہ ہے کہ اس نے خود اپنے نفس پر، اپنے بال بچوں پر اور قوم پر ظلم کیا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جتنے دنوں تک وہ آغوشِ زمین میں سوتی رہیں گی۔ کاش ان سے تجارت کی چیزیں خریدی جاتیں تو اسی عرصہ میں وہ دس ہزار سے بیس ہزار بن جاتیں۔ یا اگر انہیں خدا کی راہ میں صرف کر دیتا تو ہر اشرفی کے مقابلہ میں اسے دس اشرفیوں کا قطعی فائدہ ہو جاتا۔ کسی طرح زوال پذیر نہیں کے سونے کو برتن، یا زیور کی صورتوں میں مقید کر دینے کے یہ معنی ہیں کہ برکتوں اور آمدنیوں کے وسیع دروازہ پر قفل لگا دیا گیا۔

اس کے علاوہ حضرت ابوذر رضؓ جس حدیث سے استدلال فرمایا کرتے تھے۔ تاویلوں اور توجیہوں سے قطع نظر کر لینے کے بعد ظاہر نص کا بھی کیا یہی مقتضے نہیں تھا، ؟

اسی کے ساتھ خود قرآنِ حکیم نے بھی جس چیز کو جمع کرنے پر بنی آدم کو داغ دینے کی دھمکی دی ہے، وہ گھوڑے گدھے اونٹ زمین واموال تجارت کچھ نہیں ہیں۔ بلکہ خصوصیت کے ساتھ ارشاد ہے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔

اور جو لوگ کہ سونا اور چاندی کو سینت تے ہیں اور اللہ کی راہ میں اُسے خرچ نہیں کرتے اُنہیں دردناک دُکھ کا مژدہ سُنادو۔ جس دن یہ چیزیں جہنم کی آگ میں تپائی جائیں گی پھر اُن کی پیشانیاں اور پہلو، اور پیٹھیں ان سے داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ وہی ہے جسے تم اپنے لیے جوڑ کر رکھتے تھے۔ پھر آج جس چیز کو جوڑ کر رکھتے تھے اُس کا مزہ چکھ لو۔

میں اُن تاویلوں سے بے خبر نہیں ہوں جنھیں مفسرین اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں مجھے علم ہے کہ بعض لوگوں نے اس آیت کو فرضیت زکوٰۃ سے پہلے کی قرار دیکر اس کی منسوخیت کا دعویٰ کیا ہے اور بعض لوگ آیت کو محکم قرار دیتے ہیں۔ لیکن لاینفقونہا سے زکوٰۃ مراد لیتے ہیں یعنی جو لوگ ذہب و فضہ کو بغیر زکوٰۃ ادا کئے ہوئے جمع کرتے ہیں یہ انذار اُن کے حق میں ہے۔ وغیرہ وغیرہ

لیکن یہاں سوال یہ ہے، کہ اگر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کو ظاہر ہی پر محمول کریں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو لوگ اس کی تنسیخ یا تخصیص خبر احاد سے کرتے ہیں اُن کو اس سے روک کر یہ دعویٰ کریں، کہ ذہب وفضہ کی کل دو صورتیں ہیں یا تو اس کو استعمال میں لاؤ۔ ورنہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تیسری صورت کوئی نہیں کہ یوں ہی بے کار گھر میں ڈالدو تو بتاؤ کہ اس میں کیا ناموزونیت ہوگی۔ اور کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ان کا یہ دعویٰ محض بے سروپا ہوگا، خصوصاً جب کہ اس تفسیر کے بعد نہ نسخ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ تخصیص النص بالخبر الواحد لازم آتی ہے۔ نہ صرف دینی حیثیت سے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اسلام کے گذشتہ بالا اصولِ کلیہ کو سامنے رکھ لینے کے بعد، تمدنی حیثیت سے بھی اس پر نکتہ چینی کی جرأت بہ مشکل ہو سکتی ہے۔ علی الخصوص جب کہ طبرانی کی اس روایت کو بھی ہم ملا لیتے ہیں، تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی معذوری اور واضح ہو جاتی ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک چھوٹا سا اسلامی مدرسہ صُفّہ کے نام سے قائم تھا۔ غریب و محتاج لوگ جو مسلمان ہوتے تھے وہ اسی میں داخل ہو جاتے تھے۔ عام مسلمان ان کی مدد کرتے اور کھانے پینے کا سامان حسب وسعت کر دیا کرتے تھے۔ اتفاق سے اس میں ایک طالب علم کا انتقال ہو گیا غسل دینے کے لیے جب اُن کا کپڑا اُتارا گیا۔ تو اُن کی لنگی سے ایک اشرفی برآمد ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا ایک داغنے والا آلہ ہے۔ اسی کے بعد، ایک اور طالب علم کا بھی انتقال ہوا۔ ان کی بھی جب تلاشی لی گئی تو دو اشرفیاں برآمد ہوئیں۔ آپ نے اُن کو دیکھ کر فرمایا۔ یہ داغنے کے دو آلے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ محدثین و شراح حدیث اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صفّہ کے طلبا عموماً لوگوں پر اپنی مسکنت اور غربت ظاہر کرتے تھے۔ لیکن جب مرنے کے بعد ان کے پاس سے نقد برآمد ہوا تو اس سے ان لوگوں کی ریاکاری ثابت ہوئی، کہ باوجود ثروت کے یہ اصحاب صفّہ میں شریک ہو گئے تھے جو محض مسکینوں کی جماعت تھی، خطرہ تھا کہ جب لوگوں کو یہ علم ہو جائے گا کہ صفہ والوں کے پاس روپے رہتے ہیں تو مستحق طلبہ بھی امداد سے محروم ہو جائیں گے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

میں اس تاویل کو مانتا ہوں، لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ جب حضرت ابوذرؓ کے سامنے اس قسم کے واقعات متواتر پیش ہوئے، اگر اس کے بعد انھوں نے ذہب وفضہ کے متعلق گذشتہ رائے قائم کی تو یہ کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستبعد اور دور از قیاس نہیں ہے گو عامہ ارباب فتاویٰ واصحاب علم کی یہ رائے نہو۔

حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضؓ کا مباحثہ مسئلہ کنز پر

خلافت عثمانی کا زمانہ تھا۔ شام کے ناظم وعامل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اتفاق سے اُن کے عہد میں اس مسئلہ کا بہت چرچا ہوا عام طور سے ارباب دول حضرت ابوذر رضؓ سے برہم ہو رہے تھے، مزاج میں آپ کے مجذوبیت بھی تھی۔ ممکن ہو کہ کسی پر کچھ سختی بھی کی ہو۔ اگرچہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں تاہم اتنا معلوم ہوتا ہو کہ دمشق میں اس مسئلہ کی بدولت ایک ہل چل مچی ہوئی تھی۔ جن لوگوں نے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کو سونے چاندی سے لاد دیا تھا یقیناً اُن کو حضرت ابوذر کا یہ فتویٰ گراں گذرتا ہوگا۔ کیونکہ حضرت ابوذر اولاً اسے کنز کے مد میں داخل کر کے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوں گے۔ ورنہ کم از کم زکوٰۃ کی تاکید تو ضرور کی جاتی ہوگی۔ پھر جو لوگ کہ زیور پر زکوٰۃ فرض نہیں سمجھتے تھے (جیسا کہ بعض علما کی رائے ہی مثلاً ابن عمر وغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم) ان کو یہ مسئلہ بُرا معلوم ہوتا ہوگا۔

الغرض رفتہ رفتہ یہ معاملہ اتنا طویل ہوا کہ حکومت دمشق اس سے متاثر ہوئی۔ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجبوراً اس میں دخل دینے کی ضرورت ہوئی۔ وہ بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ خود صاحب علم والاجتہاد تھے۔ انھوں نے حضرت ابوذر کو بلوایا۔ اور پوچھا کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہی۔ حضرت ابوذر نے قرآن کی مندرجہ بالا آیت پڑھدی، مناظرہ کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا اس کے ناقل خود حضرت ابوذر ہیں،

حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر کا مناظرہ

حضرت معاویہ! آپ نے مطلب غلط سمجھا ہے۔ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے رہبان واحبار کی شان میں نازل ہوئی ہے مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ۔

حضرت ابوذر! ہرگز نہیں وہ مسلمانوں کی شان میں ہی۔ طبقات میں یہ مناظرہ صرف اسی قدر منقول ہی لیکن تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (واللہ اعلم) یہ سمجھ رہے تھے کہ اس آیت سے پہلے جو آیت ہی یعنی۔

ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل	بہت سے اہل کتاب کے علماء اور صوفیہ لوگوں کے مالوں کو جھوٹے طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستہ سے انکو روکتے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویصدون عن سبیل اللہ۔ | (یعنی قبرپرستی وغیرہ میں مصروف رکھ کر اپنی مٹھیاں گرم کرتے ہیں
وہ یقیناً احبار و رہبان نصاریٰ و یہود کے حق میں ہی ہوں کہ اسی کے بعد آیت والذین یکنزون
الآیۃ ہے۔ پس یہ صریحی قرینہ ہے کہ اس آیت سے مسلمانوں کو کوئی علاقہ نہیں، بلکہ جو لوگ یاکلون
یصدون کے فاعل ہیں وہی یکنزون کے بھی ہیں۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا خیالِ مبارک یہ تھا کہ یہ آیت پہلی آیت سے بالکل الگ ہے ورنہ الذین کو مکرر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جس طرح یصدون کو بغیر (الذین) کے عطف کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی کیا جاتا یہ دلیل ہے کہ یہ آیت ہر ایک شخص کے لئے عام ہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم،

میں نہیں کہہ سکتا کہ واقعہ کیا ہے جس آیت میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں کو اختلاف ہو، بے ادبی ہوگی، کہ ہم جیسے کندۂ ناتراش ان میں فیصلہ کرنے کی جرأت کریں۔ یہ ایک دقیق چیز ہے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ پلہ کس کا جھکا ہوا ہے۔

الغرض مناظرہ ہوتا رہا اور شاید ہفتوں ہوتا رہا۔ لیکن دونوں ایک ہی اکھاڑے کے پہلوان تھے ایک نے دوسرے کی بالکل نہیں سُنی، اپنی اپنی رایوں پر ہر شخص قائم رہا اور اس کا دونوں مجتہدوں کو اختیار تھا۔

حضرت ابوذر کو سمجھانے کیلئے چند صحابہ بھیجے جاتے ہیں،

تھک کر حضرت معاویہ رضؓ نے چند جلیل القدر صحابیوں کو دعوت دی جن میں ذیل کے حضرات تھے حضرت ابودرداء حضرت عمرو بن العاص حضرت عبادہ بن صامت حضرت ام حرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم ان سب کو بلا کر آپ نے فرمایا۔

"کہ جس طرح ابوذرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں آپ لوگ بھی رہے ہیں جس طرح ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ اور اُن کے دیکھنے والے ہیں۔ یہی شرف و عزت آپ لوگوں کو بھی حاصل ہے۔ پس کیا آپ لوگ جاکر ان کو سمجھا سکتے ہیں؟ ہماری تو وہ نہیں سنتے،) سبھوں نے آپ کی درخواست قبول کی اور ایک متفقہ وفد کی صورت میں یہ لوگ حضرت ابوذر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ رہے ہوں گے جنہوں نے اپنے اپنے علم و عقل کے اعتبار سے آپ کی فہمائش کی۔ کاش مورخین اُن بیانات کو نقل کرتے تو دلچسپ چیز ہوتی، مگر اس وقت تک کسی کتاب میں مجھے اس کی تفصیل نہ ملی۔

حضرت ابوذر نے جب سب کی گفتگو سن لی تو سب سے پہلے حضرت عبادہ[۵۲] کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے،

"اے ابوالولید (حضرت عبادہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ہم سے ہر بات میں مقدم ہیں، آپ عمر میں بھی بڑے ہیں، آپ کو ہم پر بزرگی بھی حاصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی آپ نے مجھ سے زیادہ اُٹھائی ہے"

"پھر اسی پر تو زیادہ تعجب ہے اور مجھے اس وفد سے زیادہ نفرت ہوئی کہ آپ بھی اس میں شریک ہوئے (یعنی باوجود اس فضل و کمال کے آپ بھی سمجھانے آئے ہیں)"

حضرت عبادہ سے تو صرف اس قدر فرما کر آپ چپ ہو گئے۔ اس کے بعد علی الترتیب دوسروں کی طرف مخاطب ہو کر:۔

۵۲؎ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ میں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ اولیٰ میں مدینہ منورہ میں آپ نقیب تھے۔ دوسرے عقبہ اور تیسرے عقبہ سب میں یہ مکہ آئے۔ اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو شام میں معلم اور قاضی بنا کر بھیجا۔ حضرت معاویہ رضؓ سے آپ کا بھی تنازع ہو گیا تھا۔ لیکن حضرت عمر رضؓ نے پھر آپ کو واپس بھیجا۔ اور کہا کہ معاویہ تم پر امیر نہیں ہیں ۳۴ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا ۱۲ + استیعاب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمانے لگے

"دیکھئے تم بھی ابو درداء تو وہ وقت قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے تمہیں ایمان لانے کا موقعہ نہ ملے مگر خیر تم ایمان لائے اور اس کے بعد پیچھے اور صلحائے مسلمین میں سے ہوئے (یعنی تمہاری صحبت تو مختصر ہے تم ہماری باتوں پر کیا نکتہ چینی کر سکتے ہو۔ منشاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر ہم سمجھتے ہیں، یقیناً وہاں تک تمہاری رسائی نہیں ہو سکتی)

اور عمرو بن العاص! ٭ اسے ہے، تم تو خود بتاؤ کہ جہاد کے علاوہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور کیا کیا ہے (یعنی فضیلت و صحبت ضرور حاصل ہے خصوصاً جہاد کی صحبت لیکن مسائل شرعیہ کے سمجھنے کے لئے صرف اتنی صحبت کافی نہیں ہو سکتی ہے میں تو سالہا سال حضور کی خدمت میں سفراً و حضراً رہا ہوں اور تم صرف جہاد میں پس تم کو بھی مجھ پر اعتراض کا حق نہیں) اور ان بیچاری ام حرام کو کیا کہوں ایک عورت ہیں۔ پھر ان کی عقل بھی ایک عورت ہی کی عقل ہوگی"

اور اخیر میں آپ نے ایک جملہ فرمایا ہے جس کا مطلب ہمارے نزدیک یہی ہے۔

"کہ پس جو تم لوگوں کا حال ہے ان کا (یعنی حضرت معاویہ) بھی اسی کے قریب ہے"

اس مفصل اور جلالی تقریر کو سن کر حضرت عبادہ دم بخود ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے واپس تشریف

٭ آپ کا نام عویمر تھا، اپنے گھر میں سب سے اخیر میں مسلمان ہوئے، آپ کا نام حکیم الامۃ تھا، جلیل القدر لوگوں میں تھے جس وقت آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرت ابوذر مدینہ چھوڑ کر ربذہ چلے گئے تو فرمایا "انا للہ وانا الیہ راجعون" اگر ابوذر میری بوٹی بھی اڑا دیتا تو میں اس کی مذمت نہ کرتا ۳۲ھ میں آپ نے بھی انتقال فرمایا۔ ۱۲ استیعاب ٭ آپ ۸ھ میں اسلام لائے اسی سن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات سلاسل پر بھیج دیا، اور اس کے بعد عموماً لڑائیوں پر رہے، سکندریہ کے فاتح آپ ہی ہیں۔ حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان میں جو مغالطہ ہوا اس میں آپ شریک تھے اور یہ مشہور ہی ۴۳ھ میں انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت کا آپ کا جملہ یہ تھا "کہ مجھ پر تین زمانے گذرے ہیں کفر کا اور اسلام کا اور اخیر میں بادشاہوں کی صحبت میں مبتلا ہوا اب نہیں معلوم کہ یہ باتیں مجھے فائدہ پہونچاتی ہیں یا نقصان" ۱۲ استیعاب ٭ حضرت انس کی خالہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت مانتے تھے۔ حضرت عبادہ کی بیوی ہیں۔ ایک جہاد میں سواری سے گر کر شہید ہوئیں ۱۲ استیعاب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے گئے کہ

لا جرم ما جلست مثل هذا المجلس ابدا | یقیناً میں ایسی مجلس میں کبھی نہیں بیٹھا جہاں ایسی کھری کھری سنائی جاتی ہو

الغرض یہ لوگ جس طرح آئے تھے اسی طرح واپس تشریف لے گئے، حضرت معاویہ کو جا کر کہدیا ہوگا کہ ان سے ہم لوگ باتیں نہیں کر سکتے۔

آپ کی تجر علمی پر ایک نظر یہ ایک بڑی سخت نادانی ہے کہ صحابہ آپس میں جو باتیں کرتے ہیں لوگ ان کو اپنی نسبت سے خیال کر کے شکوک و وساوس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ آپس میں ایک دوسرے کے معاصر تھے۔ برابری کے مدعی تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کو جو کچھ کہتے تھے ان کو اس کا حق حاصل تھا لیکن ان کی باہمی مکالموں سے یہ نتیجہ پیدا کرنا، کہ تو ہم بھی پھر صحابہ کی شان میں وہ الفاظ استعمال کر سکتے ہیں، نہ صرف خرد نائی بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور آپ کی مجلس کی توہین کرنی ہے ہمارے لئے ہر ایک صحابی بزرگ اور ہر ایک ان میں تمام امت کا سردار و پیشوا ہے بایهم اقتديتم اهديتم ایمان و اسلام کے نگینوں کی نقوش ہیں۔ اور ہر مسلمان کو اپنے مومن دل پر اس کو کندہ کر لینا چاہیے۔

ہاں یہ الگ بات ہے کہ کسی صحابی نے اگر دوسرے کو کچھ کہا تو اس کی تحقیق میں کوئی مضائقہ نہیں کہ انھوں نے کہاں تک درست فرمایا، اگر سر رشتہ مل جائے تو فبہا ورنہ اپنے علم کو متہم کرنا چاہیے۔ سمجھنا چاہیے کہ انھوں نے تو سچ فرمایا ہوگا، لیکن ہم اسے سمجھ نہیں سکے یا واقعات کے نہ معلوم ہونے سے ہم کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ نہ سکے الی غیر ذالک

بہر حال چونکہ حضرت ابوذر سے اس مکالمہ میں فضیلت علمی کا ادعا پایا جاتا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ مختصر لفظوں میں اس پر بھی یہیں روشنی ڈالدی جائے۔

حیدر کرار اقضی الصحابہ و باب العلم کی اس شہادت کو پڑھو! اور خود غور کرو! کہ اگر انھوں نے ایسا کیا تو کیا غلط کیا۔ فرماتے ہیں۔

ابوذر سخت حریص، اور لالچی تھے۔ لالچی دین کی پیروی کرنے میں اور اس کی باتوں پر عمل کرنے میں اور حریص علم کے حاصل کرنے میں تھے، بہت زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے، پھر کبھی انھیں جواب دیا گیا ہے اور کبھی نہیں۔

طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۱۷۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس پر بھی:۔

قد ملئ له فی وعائه حتی امتلأ | ان کے لئے ان کا پیمانہ بھر دیا گیا حتی کہ وہ لبریز ہو گیا۔

کیا علم کے دروازہ کی یہ گواہی! ابوذرؓ کے دعوے کی یہ دلیل نہیں۔ خود حضرت ابوذرؓ بھی جوش میں آکر فرماد یا کرتے تھے، کہ:۔

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت بچھڑے ہیں کہ فضاء آسمانی میں بازو ہلاکر اڑنے والا کوئی ایسا پرندہ نہیں رہ گیا تھا کہ ہمیں اس کے متعلق کوئی خاص بات نہ معلوم ہوئی ہو۔"*

اگر حضرت ابوذرؓ کی صداقت میں کسی کو شبہ نہیں تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ آپ کی علمی وسعتوں کا کیا حال ہوگا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق | اور کون ہے جو ان کی سچائی میں کوئی شاخسانہ پیدا کر سکتا ہے جب کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ کی زبان و طلحہ کی صداقت کی خود تصدیق فرمائی۔ فرمایا:۔

ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء علی ذی لهجة اصدق من ابی ذر | کسی زبان والے پر آسمان نے اپنا سایہ نہیں ڈالا، اور نہ زمین نے اس کا بوجھ اٹھایا۔ جو ابوذر سے بھی زیادہ سچا ہو۔

کسی تصدیق و تزکیہ کے لئے اس سے زیادہ وزندار، زیادہ روشن تابان الفاظ اور بھی مل سکتے ہیں اور کیا اس حدیث کو پیش نظر رکھنے کے بعد اگر ابوذرؓ کے دعوے کو نبوی دعوی یعنی مرفوع حدیث کا حکم دیدیا جائے تو اصولاً کوئی مانع ہو سکتا ہے؟

الغرض مجھے کہنا یہ ہے کہ ابوذرؓ کے علوم و معارف کی فراخ دامانیوں کا جب یہ حال تھا تو اگر انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی رفود کو گذشتہ بالا باتیں کہہ کر واپس کر دیا تو یہ کوئی اعتراض و طعن کا مقام نہیں ہو سکتا! لمن کان له قلب۔

حضرت معاویہ رضؓ کا تشدد | حضرت معاویہ نے خود سمجھایا صحابہ کو بھیج کر فہمایش کی کوشش کی لیکن جب کسی میں کامیابی نہ ہوئی، اور ادھر لوگوں کی شکایتوں سے آپ گھبرا گھبرا جاتے تھے، "تقریباً روزمرہ ارباب ثروت، اصحاب دولت حضرت ابوذرؓ کے خلاف ہیں عرضیاں پیش کرتے، اور درخواست دیتے، کہ تقریباً ہوتا

* مسند احمد ۱۲ و صحاح مسانید و طبقات وغیرہ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی طرح ہو کر ہماری ہجو و توہین کرتے رہتے ہیں جدھر سے مالداروں کا گذر ہوتا کی (دلغ) کی آیت و حدیث ان کے سامنے عزیا پڑھ دیتے جس سے خواہ مخواہ ان کی طبیعت منقبض ہو جاتی ہوگی*

انجام کار، حضرت معاویہ نے مجبور ہو کر مصالح ملکی کو دیکھتے ہوئے منادی کرا دی کہ ابوذر کی مجلس میں کوئی شریک نہ ہو، ان کے ساتھ کوئی نہ بیٹھے*۔

جس وقت حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی خبر ملی کہ مجھ سے مقاطعہ کا حکم دیا گیا ہے تو بجائے بگڑنے اور خفا ہونے کے آپ نے اسی وقت گردن تسلیم خم کر دی، اگر کوئی آپ کے پاس آکر بیٹھتا تو اُسے منع فرماتے اور کہتے "کہ معاویہ کا حکم ہے کہ ہمارے ساتھ کوئی نہ بیٹھے دیکھو تم اُٹھ جاؤ، میں تمہارے لئے کوئی مصیبت تیار کرنی نہیں چاہتا*"

ابن خلدون کا بیان ہے کہ فتنہ پردازوں کی ایک جماعت اس کے بعد آپ کے پاس آئی اور حضرت معاویہ رضؓ کے خلاف ہیں اُبھارا، لیکن چونکہ آپ کی وجہ سے وہاں کوئی فساد نہ اُٹھا۔ اس لئے یہ قطعی ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو نکال دیا۔

وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے حضرت معاویہ رضؓ نے آپ سے جو کچھ گفتگو کی یا کرائی وہ محض ایک صحابی ہونے کی حیثیت سے تھی، اس لئے اس کا ماننا آپ کے لئے کوئی ضروری نہ تھا۔

اور یہ حکم آپ کا بحیثیت نائب الخلیفہ امیر الملک ہونے کے تھا جس کی مخالفت حضرت ابوذر سے ناممکن تھی، حضرت معاویہ رضؓ تو ایک قریشی نژاد جلیل القدر صحابی تھے، آپ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی۔ جسے اکثر خود بھی فرمایا کرتے تھے،

"کہ مجھے رسول اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے کہ اگر کوئی حبشی کو تو جیسے غلام بھی تم پر امیر بنا یا جاوے تو اس کی اطاعت کرنا، اور اس کے حکموں کو بجا لانا۔*"

اور جب ایسے غلام کی اطاعت آپ پر فرض کی گئی تھی۔ تو محال تھا کہ حضرت معاویہ رضؓ سے سرتابی فرماتے۔ اور ان کے خلاف جب کوئی علم بغاوت اعیاذ باللہ بلند فرماتے۔

* طبقات صفحہ ۱۶۱ ج ۴ * طبقات صفحہ ۱۶۵ ج ۴ * ابن خلدون صفحہ ۱۴۳ ج ۲ * طبقات مسند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیکن اس کا علاج نہ تھا کہ دور دور سے لوگ آپ کی زیارت کے لیے آتے آپ اُن کو لاکھ منع فرماتے تھے لیکن جو کشش آپ میں تھی وہ ان بیچاروں کو کھینچ کر آپ کے قدموں پر ڈال دیتی تھی۔

اور جب وہ آجاتے تو پھر آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مشغلہ کو زندہ کرتے کیونکہ حضرت معاویہ نے اس کی آپ کو ممانعت نہیں کی تھی۔ ان کی منادی عامہ مسلمین کے لئے تھی کہ وہ ان کے پاس نہ جائیں لیکن خود حضرت ابوذر کو بارگاہ نائب الحکومت سے یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے حدیثیں نہ بیان کریں، مسائل و فتاوی کی اشاعت نہ کریں، اس لئے جب لوگ آجاتے تو پہلے اُن کو اٹھاتے، لیکن جب نہیں ٹلتے تھے تو پھر اُن کے سامنے کچھ نہ کچھ بیان کرتے تھے۔

آپ کی تبلیغی اولوالعزمیاں۔ اس وقت تک کثرت سے ایسے واقعات گذر چکے ہیں جن میں آپ کے اس ذوق کی پوری تجلیاں موجود ہیں۔ تاہم اس لئے کہ جب خواہ مخواہ لوگ برہم ہوتے تھے تو آپ نے خاموشی کیوں نہیں اختیار کی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس پر ایک مستقل لیکن مختصر تبصرہ اور آپ کے خیالات کا ایک عکس پیش کریں صحاح میں ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے،

"کہ اگر ابوذر کی اس رگ گلو پر تلوار کی دھار بھی رکھدی جائے، اور کسی سچی بات کی تبلیغ اس سے رگنی ہو تو وہ اسے نافذ کر دیگا"

یہ بھی عموماً آپ بیان کیا کرتے تھے۔

"کہ میرے دوست (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے وصیت کی ہے کہ میں صحیح بات کہوں اگرچہ وہ تلخ کیوں نہ ہو۔"

اسی طرح آپ کا قول یہ بھی تھا۔

"کہ ان لوگوں (یعنی خلفاء و امراء) کی اطاعت ہم پر ضرور فرض ہے مگر ان تین باتوں میں یہ مانع نہیں۔ بھلائی اور نیکی کی تعلیم دینے سے میرا منہوں کے روکنے سے، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اشاعت و نشر دل کھول کر کروں،"

ظاہر ہے کہ تبلیغ و اشاعت کا جذبہ جس کے سینہ میں اس طرح ہیجان انگیز ہو وہ لوگوں کے ہجوم کو دیکھ کر اگر بیقرار نہ ہو تو آخر کیا ہو۔

ممکن تھا کہ حضرت معاویہ خود آپ ہی کو درس و وعظ سے روک دیتے، لیکن اُن کا دل حضرت ابوذر

؎ مسند احمد ج ۵ ۱۲ ؎ مسند احمد ج ۵

www.KitaboSunnat.com

کی قدر کرتا تھا، آپ ان کی عظمت جیسی کچھ کرتے تھے وہ اس حکم کے نفاذ میں دامن کش ہو جاتے تھے۔ ارادہ بھی کرتے تھے، لیکن مروت و ادب مانع آجاتے تھے،

دربار خلافت سے طلبیا | آخر جب خود ان سے کچھ نہ ہو سکا، تو مجبور ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں انھوں نے چٹھی لکھی۔ دمشق کے لوگوں کی برہمی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ وغیرہ کا قصہ انھیں لکھ بھیجا۔ اور اخیر میں لکھا،

"کہ ابوذر کی وجہ سے یہاں بہت فساد برپا ہو رہا ہے۔ آپ انھیں مدینہ منورہ بلوالیں"،*

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجبوریوں کو دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مناسب خیال کیا کہ انھیں شام سے بلوالیا، اور ایک خاص آدمی اس کام کے لئے روانہ کیا۔ اس کے ساتھ حضرت ابوذر کے نام یہ فرمان تھا، "تم ابھی مدینہ چلے آؤ"*

دمشق سے روانگی | جس وقت حضرت ابوذر کو یہ فرمان ملا بلا کسی چون وچرا اور نعم کے اسی وقت تن تنہا اس شخص کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئے، حتیٰ کہ بال بچوں کو لے جاتے کا سامان عجلت میں آپ نہ کر سکے، بعد کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطمینان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی مدینہ روانہ کر دیا* جب آپ کے اہل و عیال مدینہ آئے تو سامانوں میں ایک کیسہ برآمد ہوا جس میں پیسے بھرے ہوئے تھے۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور تھی کہ آپ مال جمع کرنے کے مخالف ہیں اس لئے لوگوں کو تعجب ہوا مگر جب تفتیش میں نے آپ کے مذہب کی کی ہی اس کے بعد اعتراض کب باقی رہتا ہے،

مدینہ کا داخلہ | خود آپ ہی کا بیان ہے کہ جس وقت میں مدینہ میں داخل ہوا خلق اللہ تھی کہ ٹوٹی پڑتی تھی، ہر چہار طرف سے لوگوں نے مجھے گھیر لیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس سے پہلے انھوں نے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا،

مدینہ میں بھی اس مسئلہ کا افشا، اور لوگوں کی برہمی | زائرین و مشتاقان جمال ابوذری کا یہ ہجوم ایک دو دن تک محدود نہ رہا۔ بلکہ روزانہ لوگوں کی ایک بھیڑ آپ کے گرد رہتی تھی جیسا کہ آپ کی عادت تھی یہاں بھی آپ نے وعظ و پند کا دروازہ کھول دیا، منجملہ اور باتوں کے آپ اس ضمن میں مسئلہ کنز کو بیان کرتے تھے،

* طبقات صفحہ ۲۶ ج ۴، ۱۲ * طبقات ایضاً ۱۲ * طبقات ایضاً ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک ایسا دل خراش مسئلہ تھا کہ ناسمجھ دولت مندوں کی پیشانیاں بالآخر یہاں بھی چڑھنے لگیں غربا۔ امیروں پر ٹھٹھے لگانے لگے داغ داغ کی صدا ہر طرف بلند ہونے لگی۔

آہستہ آہستہ یہاں بھی اس مسئلہ نے زور پکڑا مسند احمد میں صاف طور سے مذکور ہے۔

"کہ مدینہ والے آپ سے بگڑ گئے، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی شکایت شروع کی"

بہر حال، بہر زمیں کہ رسیدیم آسمان پیداست، مخالفین نے یہاں بھی آپ کو ستانا شروع کیا۔ حضرت عثمان رض کے کان میں کثرت سے یہ آواز پہنچائی گئی۔

"کہ جس وجہ سے انہیں شام سے بلوایا گیا مدینہ میں بھی آکر انھوں نے وہی سلسلہ چھیڑ دیا ہے ایک فساد برپا ہو رہا ہے"[1]

دربار خلافت میں کعب احبار سے مناظرہ

حضرت عثمان رض نے تنگ آکر آخر آپ کو بلوایا دربار میں کعب احبار موجود تھے حضرت عثمان نے اشارہ کیا، کہ ان سے بحث کرو اور سمجھاؤ کعب احبار آگے بڑھے اور مخاطب کرکے اس طرح تقریر شروع کی:۔

"آپ جانتے ہیں کہ دنیا کے تمام مذہبوں میں سب سے زیادہ آسان و معتدل شریعت مذہب اسلام ہے اس کا ہر قانون انسانی قوتوں کے موافق اور ان کی فطرتوں کے مطابق ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ موسوی شریعت تمام ملتوں میں سخت گیر اور کڑی ہے:۔

پھر جب کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مالوں کے جمع کرنے کی ممانعت نہیں ہے جب کہ یہودیوں کو اس کا حکم نہیں دیا گیا، کہ وہ اپنی ساری دولت خدا کی راہ میں لٹا دیں، تو اسلام معتدل و متوسط اسلام میں یہ سخت قانون کس طرح ہو سکتا ہے؟ کہ جو کچھ ضرورت سے زیادہ بچ جائے اسے خدا کی راہ میں لٹا دے۔ ورنہ قیامت کے دن انگارے بن کر لپٹیں گے"

ایک اور معارضہ بھی کتابوں میں منقول ہے، انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی کعب احبار کی منطقی دماغ کا نتیجہ ہے، بہر کیف اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

"کہ جب ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنی ساری دولت خدا کی راہ میں لٹا کر مرے، اور اپنے پاس کچھ اندوختہ نہ چھوڑے، تو پھر اللہ تعالیٰ نے میراث کی آیتیں کیوں نازل فرمائیں جب میت کے لئے کچھ چھوڑ کر

[1] طبقات صفحہ ۱۶۶ ج ۴-۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرنا جائز ہی نہیں، تو وارثوں پر کیا چیز تقسیم ہوگی، الغرض قرآن کی اقتضاء النص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کل مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ضروری نہیں ہے"

ایک تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جذب غالب تھا، دوسرے دونوں بحثیں قریب قریب ان کے مدعا سے محض بے تعلق تھیں، کیوں کہ ابھی تم پڑھ آئے ہو کہ مطلقاً مال اندوزی کے مخالف نہ تھے،

اور یہ کل اعتراضات اس پر پڑ سکتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے کیا وسعت و تری کا مدار صرف اس پر ہے کہ گھر میں سونا چاندی ہو، زمین، اونٹ، جانور اموال تجارت وغیرہ سے وسعت و فراخی نہیں ہوتی اس طرح کیا میراث صرف زر و سیم کے ساتھ مخصوص ہے اور مالوں میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

ان کا اصرار جو کچھ بھی تھا وہ محض چاندی سونے پر تھا، اور اس کا منشا بھی وہی تھا، کہ یہ دونوں چیزیں بیکار رکھ چھوڑنے کی نہیں ہیں جسے آج تیرہ سو برس کے بعد دنیا نے بھی سمجھا اور بنک قائم کر کے تمدن و عمران میں ایک مفید جزو کا اضافہ کیا گیا (اگر اس میں سودی لین دین کا سلسلہ نہ رکھا جائے)[1]

میں بتا چکا ہوں کہ حضرت ابوذر تدین و تمدن دونوں اعتبار سے کنز کو غیر مفید سمجھتے تھے، اور اس پر آیت قرآنیہ احادیث نبویہ نیز اصول اسلامیہ سے روشنی ڈالتے تھے، لیکن کعب احبار نے مسئلہ کی لم کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی منشا کے موافق نہ سمجھ کر، اور یہ خیال کر کے، کہ یہ مطلقاً مال جمع کرنے کو حرام کہتے ہیں، اعتراضات کر دیئے، اور اس پر طرہ یہ ہے کہ یہ بیچارے صحابی بھی نہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایمان لائے تھے، اور اعتراض بھی کیا تو اس شخص پر جو صحابہ کو بھی اپنا معاصر ہم قدم خیال کرتا تھا

الغرض مجموعی طور سے یہاں پر کچھ ایسی باتیں جمع ہو گئیں، کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ کا غصہ تھم نہ سکا اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی چھوٹا آدمی کسی بڑے آدمی پر نا سمجھی کے ساتھ اعتراض کرتا ہے، اور پھر طریق پوچھنے کے نہیں بلکہ الزام دینے کے، تو یقیناً آدمی بے اختیار ہو جاتا ہے خصوصاً جب کہ اس میں کچھ مجذوبیت بھی ہو

[1] میری مراد یہ ہے کہ یورپ کے ارباب دانش بھی روپیوں کے گاڑنے اور گھر میں جمع کرنے کے مخالف ہیں انھوں نے تجربے کے بعد یہ سمجھا ہے کہ مشترکہ سرمایہ کی صورت میں بنک قائم کر کے اسے مفید بنانا چاہیے، کاش اگر نفع کو معین نہ کرتے، تو حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا عمدہ صورت ہو سکتی ہے ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نتیجہ یہ ہوا کہ جواب وغیرہ تو کیا دیتے، وہیں بھرے دربار میں حضرت ابوذر نے سونٹا اٹھا کر کہا، کہ "او یہودی[1] کی بچہ کیا باتیں بناتا ہے"

کعب احبار نے دیکھا، کہ معاملہ بگڑتا ہوا نظر آتا ہے کہیں حضرت ابوذر سونٹا رسید نہ کردیں۔ بیچارے بھاگے حضرت ابوذر بھی کب چھوڑنے والے تھے غصہ بھڑکا ہوا تھا، یہ بھی لاٹھی لئے ہوئے اُن کے پیچھے روانہ ہوئے وہ بھاگتے جاتے تھے، اور یہ کچھ برا بھلا کہتے ہوئے تعاقب کرنے لگے، اخیر میں تھک کر کعب احبار حضرت عثمانؓ کی طرف بڑھے اور اپنے کو ان کی پشت مبارک پر ڈال دیا۔

مگر حضرت ابوذر وہاں بھی پہنچ گئے کر گو ان کو وہ خلیفہ ضرور سمجھتے تھے لیکن اپنا بھائی اور ساتھی بھی خیال کرتے تھے غرض پہونچ کر آپ نے ایک سونٹا چلا ہی دیا عام روایت تو یہی ہے کہ وہ مجذوبی لاٹھی کعب ہی پر پڑی لیکن بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اچٹ کر حضرت عثمانؓ کی پشت مبارک پر جا کر ٹھیر گئی۔[2]

ممکن ہے کہ ایسا ہو گیا ہو کہ اس قسم کی دھینگا مشتیوں میں یہ کوئی بعید نہیں۔

لیکن منقول نہیں کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر اس سے کوئی بل بھی آیا ہو، اور کس طرح آسکتا تھا، وہ خلیفہ کیا، بلکہ اُس زمانہ میں ایشیا اور افریقہ کے سب سے بڑے بادشاہ تھے، مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی جانتے تھے، کہ ابوذر بھی ایک ایسے طائفہ کا سرخیل در سلطان ہے جس کی گالیوں اور لاٹھیوں پر دنیا کے ہزاروں بادشاہ اپنے زر و جواہر نثار کریں گے اور پھر بھی انھیں حسرت رہجائیگی کہ حق ادا نہ ہوا۔

غرض کہ یہ مجلس یوں ہی ختم ہو گئی۔ اور کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

---

[1] چوں کہ ابتدا میں یہ یہودی تھے، اس لئے حضرت ابوذر رضؓ کی زبان سے غصہ میں یہ لفظ نکل گیا ہوگا اور ایک مجذوب آدمی اس میں معذور ہے۔ ابن خلدون میں ہے کہ آپ نے "او یہودیہ کے بیٹے"، کہا، ۱۲

[2] یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے میں نے تفسیر روح المعانی ج ۴ صفحہ ۳ سے یہاں نقل کیا ہے۔ ابن خلدون نے خدا جانے کہاں سے نقل کیا ہے کہ کعب احبار کے چوٹ بھی آئی۔ اور سر کھل گیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس زخم کو مانگ لیا یعنی اپنی خاطر سے معاف کرا دیا۔ واللہ اعلم ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitabpSunnat.com

حضرت ابوذر پر حضرت عثمانؓ کی بدگمانی اور اس کی صفائی

اس مجلس سے آپ اس وقت تو اُٹھ کر چلے آئے لیکن اس کے بعد ایک سخت حادثہ پیش آیا یعنی جن دنوں حضرت ابوذر شام سے مدینہ آئے اُسی زمانہ میں عبداللہ بن سبا یہودی مفسد الامت مسلمانوں کی صورت میں ظاہر ہو کر، بغاوت و سازش کی اندرونی تحریکوں میں مصروف ہو چکا تھا۔ بلکہ ابن خلدون وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جب شام ہی میں تھے اسی وقت سے وہ اس فکر میں اسلامی شہروں کی سیر کر رہا تھا۔ اور مختلف صحابہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں اُبھارنے کی کوشش میں سرگرم تھا۔

اس فتنہ کی مفصل کیفیت القاسم دور قدیم میں الگ شائع ہو چکی ہے۔ اس لئے میں اس کو یہاں پھیلانا نہیں چاہتا۔ تفصیلی طور پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس فتنہ کا گو علم اس وقت نہ ہوا۔ لیکن اجمالی طور پر آپ کو اتنا ضرور معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ہماری طرف سے بددل و بدگمان ہو رہی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ جس وقت آپ کو یہ علم ہوا تھا یقیناً اسی وقت آپ خلافت سے دست بردار ہو جاتے لیکن خدا کی مرضی یہ نہ تھی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس محبوب صحابی اور عزیز داماد کو وصیت کی تھی۔

”اے عثمان شاید خداوند تعالیٰ تم کو کوئی قمیص پہنائیں گے۔ پس اگر منافقین (یعنی عبداللہ بن سبا و اتباعہ) تیرے بدن سے اس قمیص کو اُتارنا چاہیں تو دیکھو تم خود اس کو کبھی نہ اُتارنا حتیٰ کہ مجھ سے آ کر ملو۔“[۱]

ظاہر ہے کہ اس قمیص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خلافت تھی۔

پھر آپ کی مجال تھی کہ اس وصیت نبویہ کے بعد بھی، آپ عبداللہ بن سبا کی ان ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر فقط اپنی زندگی کو مطمئن بنانے کے لئے سریر خلافت چھوڑ دیتے، دیوانے ہیں جو ایسا سمجھتے ہیں۔ آسمان زمین پر گر جاتے یا زمین پھٹ کر دنیا کو نگل جاتی، اس وقت بھی عثمان جیسے مطیع و فرمانبردار غلام سے یہ ناممکن تھا کہ اپنے آقا صلوات اللہ علیہ و سلامہ کی زبان مبارک سے سنے ہوئے کلمات کی خلاف ورزی کرتے۔

[۱] ترمذی ۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہو نہیں سکتا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثاروں کا یہ عقیدہ جزو ایمان ہو رہا تھا کہ مضرت وہی مضرت ہے، جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مضرت و نقصان خیال فرمایا۔ اور فائدہ بھی صرف وہی فائدہ ہے جسے حضور نے فائدہ سمجھا ہو۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی امید ہی بوالہوسی ہے۔ کہ یہ لوگ تھے جن کی آنکھوں نے آفتاب رسالت کے سامنے مصالح وقتیہ کے چراغوں کو کبھی نہیں دیکھا، اور نہ دیکھنا چاہا۔ ان کی زبان میں جب کبھی جنبش ہوتی۔ تو انھیں لفظوں کے ساتھ ہوتی۔

"دیکھو مجھ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد لیا ہے اور میں اس پر صبر کے ساتھ قائم ہوں اور رہوں گا"[1]

اور آخر یہی ہوا کہ صرف اپنے آقا کی پاس عہد میں، سمجھ کر، اور جان کر، ایک جلیل القدر رئیس عرب نے بقصد بیکسی قرآن کے اوراق پر اپنے پاک لہو کو بہا دیا۔ اور خوشی سے بہا دیا۔ فرضی اللہ عنہ۔

رفتیم با غمت دل پر خون گذاشتیم جانرا بصید گاہ تو در خون گذاشتیم

ہوا و ہوس کے پھندوں میں گرفتار ہونے والوں کا کیا جواب ہے جو عشق و سرمستی کی چاشنیوں سے محض نابلد ہو، وہ کیا جانے کہ کیا کرنا چاہیئے تھا اور کیا نہیں کرنا چاہیئے تھا جس نے اپنی ابتدائے اسلام سے ہمیشہ اپنا طغرائے امتیاز۔ ع اندیشۂ زیاں و غم سود شستہ ایم + رکھا ہو، سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر اس کے مقابلہ میں نفع و ضرر کی داستانوں کو دھرا کر بیہودہ ہذیانوں سے اپنے اوراق سیاہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟

علاوہ اس کے کون کہتا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کے استعفا کے بعد عبد اللہ بن سبا کی سازشوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ کیا عبد اللہ عثمان کا دشمن تھا جو اس کی امید لگائی جاتی ہے جس کی بیخ کنی کے وہ درپے تھا وہ تو حضرت عثمان رضؓ کے بعد بھی باقی رہتا اور رہا۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی، دل دکھا ہوا ہے اس لئے قلم رکتا نہیں۔

بہر حال میرا مقصود یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضؓ کے کان میں ان خفیہ چہ میگوئیوں کی بھنک پہونچی،

---

[1] ترمذی ۱۲-۱۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توفطرتاً آپ اس کا پتہ لگانے لگے کہ کون کون لوگ اس میں شریک ہوئے ہیں۔
میں ابن خلدون کے حوالہ سے لکھ چکا ہوں کہ مفسدوں کی ایک جماعت شام میں حضرت ابوذر کے پاس پہونچی تھی۔ اور آمادہ بغاوت کرنا چاہا تھا ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کو اس کی خبر ہو گئی ہو ادھر مناظرہ کا ایک ناگوار واقعہ اور پھر شام سے ان کو یکایک مدینہ بلا لینا۔ یہ چند باتیں ایسی پیش ہو گئیں کہ آپ کو کچھ حضرت ابوذر سے بھی بدگمانی ہو گئی۔
ممکن ہے کہ آپ نے اس خطرہ کا تذکرہ کسی کے سامنے کیا ہو۔ بہرکیف کچھ ہو حضرت ابوذر کو کسی طرح سے یہ خبر مل گئی، کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری طرف سے بھی بدگمان ہیں۔
یہ سنتے ہی آپ کو جلال آ گیا۔ اسی وقت آپ اٹھے اور اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کو لے کر سیدھے آستانۂ خلافت کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ پر اس خبر کے سننے سے ایک ایسی کیفیت طاری ہو گئی تھی کہ گویا مدہوش ہو رہے تھے حتیٰ کہ جس دروازہ سے مکانِ خلافت میں جانے کی کسی کو اجازت نہ تھی آپ درّہ لئے ہوئے اسی میں گھس گئے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو آپ کو اس طرح آتے ہوئے دیکھا، تو یکایک آپ پر خوف طاری ہو گیا۔[۱] جو خطرہ ابھی تک ظن و گمان کی حدود تک محدود تھا اس نے یقین کی شکل اختیار کر لی۔
لیکن آپ کے فطری وقار و تمکنت نے ظاہراً آپ کی حالت میں کوئی تغیر پیدا نہیں کیا جس طرح جلوس فرماتے اسی طرح بیٹھے رہے۔
اتنے میں حضرت ابوذر قریب پہونچ گئے۔ اور سامنے آ کر فرمایا "السلام علیکم"، اور قبل اس کے کہ کچھ مزاج پرسی کریں گھبرائی ہوئی آواز میں آپ نے کہا۔

احسبتنی منھم یا امیر المومنین | کیا آپ مجھے ان لوگوں میں گمان کرتے ہیں۔ (یعنی مفسدوں میں)

اور اس کے بعد اس زبان نے جس سے زیادہ سچی زبان آسمانوں اور زمین کے درمیان اور کوئی نہ تھی اس طرح برأت شروع کی۔

۱؎ طبقات ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"خدا کی قسم نہ میں اُن لوگوں میں ہوں، اور نہ ان کو جانتا ہوں کہ یہ کون لوگ ہیں ان کی علامت تو گھٹے ہوئے سر ہیں، وہ دین سے اس طرح دور رہیں گے جس طرح شکار کو تیر توڑ کر نکل جاتا ہے[۱]"

ابوذر رض کی برارت کے لئے یہ الفاظ خصوصاً جب وہ قسم کے ساتھ ہوں بہت کافی تھے۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو عظمت و وقعت آپ کے دل میں تھی اس نے بس کرنے نہ دیا آپ کو فکر اور سخت فکر دامنگیر ہو گئی تھی، کہ حضرت عثمان کے دل سے یہ خیال کسی طرح مٹ جائے۔

اس وقت کی بے چینی ٹھیک اس بے چینی کے مشابہ تھی کہ کسی کا محبوب کسی سے بدگمان ہو گیا ہو اور شیدائے جانباز سر بپاؤں، رکھ کر ہر ایک ممکن العمل ذرائع سے اس کی تشفی کرنا چاہتا ہو۔ پھر اس کے دل نازک کو خیال کر کر کے مکرر الحاحوں، اور التجاؤں سے اپنی صفائی پیش کر رہا ہو۔

حضرت عثمان بیٹھے ہوئے ہیں اور ابوذر رض کھڑے ہو کر ارشاد فرما رہے ہیں۔

"آپ اگر مجھے حکم دیں کہ پالانوں کی لکڑیوں میں لٹک جاؤں تو میں سچ کہتا ہوں کہ اسی وقت لٹک جاؤں گا اور لٹکا ہوگا جب تک آپ ہی اس کے چھوڑنے کا حکم نہ دیں[۲] (یعنی باوجودیکہ یہ ایک لغو کام ہوگا لیکن آپ کی خاطر و اطاعت مجھے اس درجہ منظور ہے کہ نفع و ضرر کا خیال دماغ میں آ ہی نہیں سکتا۔) اسی طرح اگر آپ فرمائیں کہ کھڑا ہو جا تو میں کبھی نہیں بیٹھوں گا جب تک آپ حکم نہ دیں۔ (فتح الباری)

مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُٹھے اور ہاتھ پکڑ کر آپ کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ ولنعم ماقیل۔

ملتے ہی آنکھ رنج نہ تھا رشکِ غیر کا — کیا جانے اس نگاہ نے سمجھا دیا مجھے

طبقات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ اس کے بعد دیر تک دونوں میں سرگوشی ہوتی رہی حتیٰ کہ کبھی کبھی آواز بلند بھی ہو جاتی تھی[۳]۔

---

۱ چونکہ تفصیلی طور پر آپ کو بھی اس کا علم نہ تھا صرف شام میں ایک دفعہ کچھ لوگ آپ کے پاس آئے تھے اور وہ بھی خدا جانے صحیح ہو یا نہیں۔ بہر حال آپ کا علم اس فتنہ کے متعلق اسی قدر تھا جس قدر حضرت عثمان کو کہ کچھ لوگ آمادہ فساد ہیں، اور اس علم کو علم نہیں کہہ سکتے ماخوذ از طبقات فتح ۱۲

۲ یہ تمام واقعات طبقات ابن سعد سے ماخوذ ہیں۔ ۱۲ ۳ طبقات ابن سعد صفحہ ۱۶۹ ج ۴ ۔ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر جب یہ مجلس راز و نیاز ختم ہو گئی اور خدا جانے کن باتوں پر ہوئی کہ ادہر حضرت عثمان رض کا سینہ بھی اسرار نبویہ کا گنجینہ تھا۔ ادہر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ پوچھنے والوں سے فرمایا کرتے تھے، "کہ کیا پوچھنا چاہتے ہو، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار دریافت کرنا چاہتے ہو تو میں کبھی نہیں بتا سکتا[1]"

جہاں دو طرف یہ حال ہو وہاں مادۂ شماکی رسائی اور وہ بھی سرگوشیوں کی موقعہ پر جو کچھ ہو سکتی ہے، وہ معلوم، ہاں! طبقات ہی سے اس قدر اور بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد جب حضرت ابوذر اُٹھے تو باچھیں کھلی ہوئیں تھیں اور مسکراتے ہوئے باہر نکلے، لوگوں نے پوچھا بھی، کہ امیر المومنین اور آپ سے کیا باتیں ہوئیں۔ لیکن آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا صرف اس قدر فرماتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

"کہ سننے والا فرمانبردار ہوں، اگر مجھے حکم دیں گے کہ تم عدن یا صنعا چلے جاؤ اور مجھ میں طاقت چلنے کی باقی رہے گی تو میں اسی وقت چلا جاؤں گا"[2]

مدینہ سے کوچ اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کو بھی چھوڑ دیا لیکن کیوں چھوڑا، عام مورخین تو لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جلا وطن کر دیا تھا مگر اس باب میں سب سے زیادہ موثق کتاب طبقات ابن سعد ہے علاوہ بہت سی خصوصیتوں کے سب سے بڑی خصوصیت اس میں یہ ہے کہ طبقات صحابہ میں سب سے پہلی اور قدیم کتاب ہے، بعد والوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے عموماً اسی کے رہین منت ہیں اس لئے میں اس وقت جو کچھ لکھوں گا اسی سے لکھوں گا۔

طبقات میں مختلف روایتیں ہیں لیکن یہ کسی میں نہیں ہے کہ حضرت عثمان رض نے ابوذر کو جلا وطن کر دیا تھا، حالانکہ یہ ایک اہم واقعہ ہے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ابن سعد کو اس کی خبر کیوں نہیں ہوئی اور متاخرین اس پر کہاں سے مطلع ہوئے لیکن تھانہ والے چوروں کو پہچان لیتے ہیں۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ روایت اسلامی تاریخوں میں کہاں سے داخل ہوئی اور کس غرض سے داخل ہوئی۔ آہ! کہ عبداللہ بن سبا مسلمانوں کے راستوں پر نہایت حتیاط سے بیٹھا اور اس نے وہ کام کئے جو اس کے مجازی شیخ کو بھی نہ سوجھی اھ

[1] مسند احمد ۱۲ [2] طبقات ابن سعد ۱۲

www.KitaboSunnat.com

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد ان کان فی القلب ایمان واسلام	اس قسم کے واقعات سے بوجہ اندوہ نہانی کے قلوب پگھل جاتے ہیں اگر ان میں اسلام اور ایمان کا ذرا سا بھی شائبہ ہو۔

بہرکیف ابن سعد نیز امام بخاری کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر، مدینہ منورہ میں لوگوں کا ہجوم بہت زیادہ ہونے لگا۔ حتیٰ کہ آپ کے مشاغل میں ان کی کثرت سے حرج واقع ہو جاتا تھا، آخر اس کا تذکرہ حضرت عثمان رضؓ سے کیا اور خواہش ظاہر کی کہ میں مدینہ سے چلا جانا چاہتا ہوں اس پر حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا۔

"کہ تم ہمارے پاس چلے آؤ (یعنی جب ہمارے پاس رہو گے تو لوگ خواہ مخواہ تنگ نہیں کریں گے) شیر دار اونٹنیاں صبح و شام آپ کے پاس آیا کریں گی۔[1]

لیکن آپ کا اصرار بڑھتا رہا فرمایا کہ مجھے دنیا کی ضرورت نہیں (یعنی اونٹوں کی ضرورت نہیں ہے) مجھے آپ اجازت ہی دیدیں، اور وجہ ظاہر ہی تھی کہ آخر مسجد نبوی میں نماز کے لئے تو ضرور جاتے۔ مدینہ اس زمانہ میں دارالخلافۃ الکبریٰ تھا، لاکھوں آدمیوں کا اجتماع رہتا تھا جس وقت ابوذر نکلتے خواہ مخواہ لوگ پیچھے پڑ جاتے، جیسا کہ دنیا کی اس وقت بھی یہی عادت ہے۔ کہ بزرگوں کے پیچھے دوڑتے پھرتے ہیں بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ مدینہ کی آبادی شام تک پھیل گئی ہے اور اس حالت میں مجھے یہاں رہنے کا حکم نہیں۔[2]

آخر حضرت عثمان رضؓ نے مجبور ہو کر فرمایا کہ

ان شئت تنحیت فکنت قریبًا	اگر تم یہی چاہتے ہو تو پھر (مدینہ کے) کسی ناحیہ میں چلے جاؤ تاکہ قریب ہو

اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ

ائذن لی اخرج الی الربذۃ۔	آپ اجازت دیجئے تاکہ میں ربذہ چلا جاؤں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اجازت دیدی اور فرمایا کہ اچھا آپ وہاں جا سکتے ہیں میں بیت المال سے کچھ اونٹنیوں کو دودھ کے لئے آپ کے پاس بھیج دوں گا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ۱۲۔ [2] ابن جریر طبری میں آخری وجہ مذکور ہے ۱۲ [3] طبقات ۱۲ ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن حضرت ابوذر رضؓ کی غنی طبیعت نے اس کو قبول نہیں کیا بلکہ قریش کے نوجوان جو وہاں پر بیٹھے ہوئے تھے ان کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا۔

دونکم معاشر قریش دنیاکم فاغتموھا لاحاجۃ لنا فیھا۔	قریشیو اپنی دنیا کو تم لو، اور اسے خوب زور سے تھامو! ہمیں اس کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں۔

یہ فرما کر آپ حضرت عثمانؓ سے رخصت ہوئے اور مع اپنے اہل و عیال کے زہد علیسوی کا مظہر اتم نمونہ مکمل، اپنی آخری زندگی گذارنے کے لئے، اس صحرا کی طرف روانہ ہو گیا جہاں سے پھر کہیں منتقل نہیں ہوا۔

ربذہ　ذات عرق سے جو سڑک مکہ معظمہ کو گئی تھی ٹھیک اسی کے کنارے میں یہ ایک مختصر گاؤں کی صورت میں آباد تھا اور مدینہ منورہ سے کل تین منزل دور تھا۔

اصمعی فرمایا کرتے تھے کہ لوگ نجد کا تذکرہ کرتے ہیں اس کے عرار و بہار[2] کی روح پرور نسیم پر سر دھنتے ہیں حالانکہ نجد کا سب سے عمدہ قطعہ شرف ہی جسے میں نجد کا جگر سمجھتا ہوں اسی خطہ شرف میں ربذہ بھی شامل تھا شرف میں جو خاص سرکاری رکھت تھی، ربذہ اس کے داہنے جانب پر واقع تھا۔[3]

حضرت ابوذر کی زندگی جس طرز کی ہو گئی تھی، حقیقت یہ ہی کہ اس کے مناسب ربذہ سے زیادہ موزوں مقام مدینہ منورہ کے نواح میں مشکل میسر آسکتا تھا ع جامہ بود کہ بر قامت او دوختہ اند + کائنات کے بادشاہ کا روضہ پاک بھی سامنے تھا، اور جس قسم کے فتن اور مفاسد کا زمانہ آرہا تھا اس سے بھی آپ کو گونہ علیحدگی ہو گئی جس کی وصیت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کی تھی حضرت ابوذر ہی راوی ہیں، کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیت

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب	جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مخلص نکال دیگا اور اس کو اس جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہوگا

بار بار تلاوت فرما رہے تھے حتی کہ اخیر میں آپ پڑھتے پڑھتے تھک گئے گویا آپ پر غنودگی سی طاری ہو گئی،

---

[1] طبقات ۱۲ [2] عرار و بہار نجد کی دو خوشبوؤں کے نام ہیں عرب کے شعرا اس کے بہت لدادہ تھے ۱۲ [3] معجم البلدان ۱۲ ش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض اسی حال میں آپ نے اس طرح گفتگو شروع کی۔ ابوذر! اگر تم مدینہ سے نکالے گئے تو کہاں جاؤ گے؟

حضرت ابوذر! میں تلاش رزق وفراخی کے لئے مکہ کے کبوتروں میں شامل ہو کر کوئی کبوتر بن جاؤں گا (یعنی مکہ چلا جاؤں گا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم! اگر وہاں سے بھی تم کو نکلنا پڑا تو پھر کہاں جاؤ گے؟

حضرت ابوذر! شام کی پاک ومبارک سرزمین کی طرف روانہ ہو جاؤں گا!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم! اگر وہاں سے بھی نکلے؟

حضرت ابوذر! تو پھر تلوار اپنے کاندھے پر اٹھا لوں گا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم! نہیں ایسا نہ کرنا۔ فرمانبرداری اور اطاعت کرنا اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر حاکم کیوں نہ ہو۔[1]

پس انھوں نے ایسا ہی کیا فساد وجدال کا زمانہ آنکھیں دکھا رہا تھا۔ عبداللہ بن سبا جیسے شعلہ مصر کے آتش دان سے بھڑکا رہا تھا اس کی گرمی مدینہ منورہ میں بھی محسوس ہو رہی تھی ایسے وقت میں حضرت ابوذر نے عزلت گزینی پر اگر عمل کیا تو یہ حضور ہی کے ارشاد کی تعمیل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس فساد کی خبر دے چکے تھے!

مسند احمد میں ہی کہ آپ نے حضرت ابوذر کو مخاطب کر کے ایک دن فرمایا۔

اے ابوذر تو کیا کرے گا، جب لوگ آپس ہی میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کریں گے، حتی کہ (اس قدر خون بہایا جائے گا) کہ حجارۃ الزیت (مدینہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے) کی زمین خون میں غرقاب ہو جائے گی، حضرت ابوذر نے کہا کہ اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں، کہ مجھے اس وقت کیا کرنا چاہئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر بیٹھ جانا، اور دروازہ بھیڑ لینا، حضرت ابوذر نے کہا کہ اگر وہ ہمیں نہ چھوڑیں؟ آپ نے فرمایا تو جن لوگوں سے تو ہے ان کی جماعت میں آکر مل جانا حضرت

یا اباذر ارایت ان قتل الناس بعضھم بعضا حتی تغرق حجارۃ الزیت من الدماء کیف تصنع قال اللہ ورسولہ اعلم قال اقعد فی بیتک واغلق علیک بابک قال فان لم اترک قال فائت من انت منھم فکن فیھم قال فاخذ سلاحی قال

[1] مسند احمد ۱۲ منہ

www.KitaboSunnat.com

ابوذر نے کہا تو کیا میں تلوار اٹھالوں گا، حضورؐ نے فرمایا کہ اس وقت تم بھی فساد میں شریک ہو جاؤ گے، (یعنی ایسا نہ کرنا) اور اگر تم کو تلوار کی چمک سے خوف معلوم ہو، تو اپنی چادر کے پلّے سے منھ ڈھانک لینا، تاکہ تم پر حملہ کرنے والا تمھارا اور اپنا گناہ لے کر واپس ہو، ۔	اذ اتشار کہم فیما ھم فیہ ولکن ان خشیت ان یروعک شعاع السیف فالق طرف ردائک علیٰ وجھک حتی یبوء باثمہ واثمک ۔

کس قدر سیاہ اور ناپاک الزام ہی، کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ربذہ میں نظر بند کر دیا تھا حالانکہ واقعہ جو کچھ بھی ہی میں اُسے تفصیلاً بیان کر آیا ہوں۔ اور آیندہ بھی تمھیں معلوم ہوگا، خود حضرت ابوذر سے بعض لوگوں نے آکر پوچھا ہی، کہ تم ربذہ کس طرح آئے اور کیوں آئے،، تو اس کے جواب میں آپ نے اجمالی طور پر اپنے واقعات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہی۔

کہ میں شام میں تھا، وہاں مجھ میں اور معاویہ میں آیت والذین یکنزون الذھب الآیۃ میں اختلاف ہو گیا معاویہ کہتے تھے، کہ یہ یہود و نصاریٰ کی شان میں نازل ہوئی ہی اور میں کہتا تھا، کہ جاری اور ان کی دونوں کی شان میں ہی۔ اس پر بات بہت بڑھ گئی، انھوں نے حضرت عثمان کے پاس میری شکایت کر دی ۔ (حالانکہ حضرت معاویہ کو اخراج کا اختیار خود بھی حاصل تھا مگر یہ فعل محض ادباً تھا) عثمان نے مجھ کو لکھا کہ "مدینہ چلے آؤ"، میں مدینہ آگیا، یہاں لوگوں کا اس قدر ہجوم مجھ پر ہونے لگا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا انھوں نے اس سے پہلے مجھ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔

عثمان سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا، انھوں نے مجھ سے کہا کہ اگر جی چاہے تو آپ ربذہ چلے جائیں تاکہ قریب بھی رہیں (یعنی لوگوں کی بھیڑ سے نجات بھی مل جائے گی اور ہمارے قریب بھی رہیں گے) بس فقط اتنی بات مجھے یہاں لائی ہی[1]،،

آپ کا یہ بیان اگرچہ بہت مجمل ہی جس کی تفصیل بھی میں آپ کے ہی دوسرے بیان سے کر چکا ہوں، مگر غرض صرف اس قدر ہی کہ آپ خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام نہیں دیتے تھے، تو دوسروں کو کیا حق ہی۔ کہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن امانت پر اس واقعہ کا داغ قایم کریں۔

کس قدر عجیب ہی، کہ اگر کسی سیاسی مصلحت سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مدینہ

[1] طبقات ابن سعد ۱۲ ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے الگ کیا ہوتا۔ تو پھر ربذہ میں کیوں رہنے کا حکم دیتے۔ مدینہ اور ربذہ میں فاصلہ ہی کتنا تھا، علاوہ اس کے ربذہ ایک ایسا مقام تھا، جہاں سے ہر سال عراق کے مسافر لاکھوں کی تعداد میں مکہ معظمہ جایا کرتے تھے، اور حاجیوں کی گویا وہ فرودگاہ بھی تھی۔ ایسے مخدوش آدمی کو ایسی گذرگاہ پر قید کرنا کس قدر قرین عقل و دانش ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دجالہ و وضاعین الحمد للہ کہ اس قدر غبی اور بد حافظہ ہوتے ہیں، کہ باتیں ضرور بناتے ہیں، لیکن اس درجہ خام جھوٹ ہوتا ہے، کہ چند جرحوں میں ان کی کل دروغ بافیوں کے تار پود بکھر جاتے ہیں۔ فلعنة الله علی الکاذبین۔

بہرکیف یہ معاملہ اس درجہ بدیہی اور صاف ہے، کہ خود جو واقعات آئندہ میں درج کروں گا، انشاء اللہ اسی میں اُن تمام بہتانوں کی پوری تردید ملے گی۔

بالفعل میں ربذہ کی آبادی وغیرہ۔ اور آپ نے جس طرح اپنی زندگی وہاں گذاری اس کا خاکہ پیش کرتا ہوں

ربذہ کی آبادی۔ میں بتا چکا ہوں کہ ربذہ شرق نجد کا ایک پرفضا قطعہ تھا۔ جہاں سرکاری رکھت بھی تھی۔ اور یہ بھی لکھ چکا ہوں، کہ وہ ذات عرق سے جو سڑک مکہ مکرمہ کو جاتی تھی اسی کے کنارے واقع تھا مسافروں کی ایک منزل وہاں بھی ہوتی تھی، ان ہی وجوہات کی بنا پر ایک معمولی سی چوکی خلافت کی جانب سے وہاں قائم تھی۔ جو رکھت کی حفاظت اور راہگیروں کے امن وامان کی ناظم تھی، چوکی پر ایک افسر مقرر تھا، اور کچھ اس کے ساتھ عملہ بھی تھا۔ اسی سبب سے مل ملا کر اس نے ایک گاؤں کی صورت اختیار کر لی تھی۔

حافظ ابن حجرؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی بیت المال کے اونٹ وغیرہ یہاں رہتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی حضرت ابوذر رضؓ ریوڑوں کی حفاظت کے لیے یہاں کبھی کبھی آکر سکونت[1] پذیر ہوتے تھے۔ ان کا خیال یہ بھی ہے، کہ چونکہ اس مقام میں حضرت ابوذر پہلے رہ چکے تھے، اور یہاں سے مانوس تھے، اس لیے بھی آپ نے اور مقاموں سے اسی کو ترجیح دے کر حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ میں یہیں جاؤں گا۔ پھر کہتے جس زمانہ میں آپ یہاں

۱؎ فتح الباری ج ۳ صفحہ ۱۲ ؎

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریف لائے، تو وہاں کا افسر نظم ونسق بیت المال کے ایک حبشی غلام مجاشع نامی تھے[1]۔ مردوں کی آبادی تقریباً بارہ تھی۔ کچھ عورتیں بھی تھیں جن کی صحیح تعداد مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ ان لوگوں کے لئے خلافت کی طرف سے ایک مسجد بنوا دی گئی تھی۔

ربذہ کی رہائش سامان زندگی وغیرہ | حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سالانہ وظیفہ دربار خلافت سے چار ہزار درہم (تقریباً نو سو روپیہ) مقرر تھا[1]۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود اس کے بھی ارادہ کیا تھا کہ چند شیر دار اونٹوں کو بھی آپ کے لئے خاص کر دیا جائے۔ لیکن جیسا کہ تم پڑھ چکے ہو آپ نے لینے سے خود ہی انکار کر دیا۔ یہ مستقل آمدنی یا سرمایہ جو کچھ بھی اُن کے پاس ہی تھا۔ اسی سے آپ نے مختصر سامان خریدا تھا جس کی تفصیل یہ ہے:

دو گدھیاں۔ چند گدھے (بازار وغیرہ لانے کے لئے) چند اونٹ سواری اور پانی لانے کے لئے، کچھ بکریاں جن کی تعداد مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ دو غلام، ایک چھوکری۔

وہاں بھی مکان حسب دستور آپ نے اینٹ و مٹی کا نہیں بنایا۔ کملوں کا ایک جھونپڑہ ڈال لیا تھا۔ قریب ہی میں آپ نے ایک حوض بھی بنایا تھا جس میں پانی جمع کر لیتے تھے۔ اور مسافروں کو اس سے پلاتے رہتے تھے۔ مسند احمد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں آپ کی تھوڑی سی زمین بھی تھی۔ والعلم عند اللہ

اہل وعیال | ربذہ میں آپ کے ساتھ ایک تو آپ کی حرم قویہ تھیں اور ایک صاحبزادی صاحبہ اس سے زیادہ اولاد کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں۔

الغرض ربذہ کی وادی میں ایک سرمست خمخانہ حجاز کا مخمور الست اپنی زندگی انھیں سامانوں پر گذار رہا تھا۔ اور خوش تھا، کہ دُنیا کے تمام جھگڑوں سے اسے نجات مل گئی تھی۔ شہروں کی شور و غوغا سے الگ ہو کر، روحانی مسرتوں کی لذت اندوزیوں میں اطمینان سے مصروف تھا۔ سطحی نگاہوں میں گو موجودہ حالت مسکنت وافلاس کی تھی۔ لیکن ثروت نظروں سے پوچھو، اُن سے دریافت کرو، جو کسی کی نرگس مست کی غلامی لکھوا چکے ہوں، اور کسی کی بادۂ لعل سے دل وجان کو خراب کر چکے ہوں، کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

[1] تاریخ کامل ابن اثیر ۱۲ ۵ کبیری شرح مینہ صفحہ ۹ ہند محلی ابن حزم ۱۲ طبقات ابن سعد صفحہ ۱۶۹ ج ۴ - ۱۲ اس تفصیل کا اکثر حصہ طبقات میں ہے مگر حوض کا ذکر مسند احمد میں ہے اور غلاموں کی روایت ابن خلدون ج ۳ صفحہ ۲۹ سے لی گئی ہے ۱۲ ۵ صفحہ ۱۸۰ ج ۴ مطبوعہ مصر ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلام نرگس مست تو بادشاہانند خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند

سیدی المحسن مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مداللہ ظلہ العالی کی تقریر کا جملہ کہ باہر غنا و تمول کا سامان کیا کرتے ہو اپنے اندر وہ سامان پیدا کرو جس کے بعد کبھی افلاس ستا نہیں سکتا مسکنت دکھ پہنچا نہیں سکتی؛ اس موقعہ پر اکثر یاد آتا ہے جب آپ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوذرؓ کو ایک ہی سطح پر لا کر قائم کرتے تھے۔ ابوذرؓ کے پاس جو کچھ بھی تھا کافی تھا۔ نہ صرف یہ دعویٰ ہے، بلکہ عمل اس کی تصدیق کرتا تھا۔ آپ کی روش اس کی شہادت دیتی تھی۔

ربذہ کی مہمان نوازیاں: مثلاً ان مختصر سامانوں کے ساتھ بھی آپ کا حال یہ تھا کہ عموماً آپ مسافروں کو اپنے پاس ٹھیرایا کرتے، اور جس طرح بن پڑتا، اپنی وسعت کے موافق کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے ایک جلیل القدر تابعی کا بیان ہے، کہ

ربذہ میں حضرت ابوذر کے یہاں بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے رات کا وقت تھا۔ آپ خود اٹھے، اور جس قدر بکریاں تھیں، ایک ایک کر کے آپ نے سب کا دودھ خوب نچوڑ نچوڑ کر نکالا، حتیٰ کہ کوئی تھن باقی نہ رہا۔ اس کے بعد گھر سے جا کر کچھ کھجوریں لے آئے جو کچھ دودھ تھا اس کو اور کھجوروں کو لے کر مہمانوں کے سامنے حاضر ہو گئے، اور نہایت دردناک لہجہ میں آپ نے ان کو سامنے بڑھا کر فرمایا، کاش! اس سے بہتر چیز اگر میرے پاس ہوتی تو میں اسے آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا، مہمانوں کی تعداد چونکہ زیادہ تھی اس لئے نہ تو دودھ کا ایک قطرہ بچا۔ اور نہ ایک کھجور ہی باقی رہی۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رات میں کوئی چیز اپنی زبان پر نہیں رکھی[1]۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور صرف یہی نہیں، عموماً آپ کی یہی عادت تھی۔ طبقات میں ہے کہ عیسیٰ بن عمیلۃ الفزاری کہتے ہیں، کہ مجھ سے اس شخص نے جس نے ابوذر کو دیکھا تھا بیان کیا، کہ

یحلب غنیمۃ لہ فیبدأ بجیرانہ	اپنی بکریوں کا دودھ نکالتے اور اپنی نفس سے پہلے اپنے پڑوسیوں اور
واضیافہ قبل نفسہ (ص ۱۷۳)	مہمانوں پر تقسیم کرتے تھے!

اور وہ واقعہ تو گذر ہی چکا کہ مہمان کو سیر کرنے کی غرض سے آپ نماز میں مشغول ہو گئے جب آپ کا پیٹ

ل مولانا موصوف حضرت ابوذرؓ کا ایک دن حال بیان کر رہے تھے اور اسی بیان میں آپ نے نسخوں کی مناط کی تنقیح کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ عثمانؓ و ابوذرؓ ایک حال میں تھے۔ کہ دونوں کا باطن ایک تھا۔ ظاہری تفاوت ناقابل لتفات امر ہے۔ ۱۲ [1] طبقات صفحہ ۱۲۴ ج ۴ مطبوعہ لندن۔ جلد ۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھر گیا تب نماز سے فارغ ہو کر اس کے ساتھ شریک ہوئے۔ یہ واقعہ بھی ربذہ ہی کا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملنے کی امید۔

الحاصل ربذہ میں آپ کی زندگی نہایت بشاشت اور مسرت سے گذرتی تھی۔ کہ جو آپ کی سچی آرزو تھی۔ وہ یہاں بخوبی پوری ہوتی تھی "نے غم دزدنے غم کالا" دنیا کے تمام معاملات سے آزاد ہو کر آخرت کے خیال میں محو رہتے، حتیٰ کہ یہاں آکر قیامت کے قرب کا اتنا خیال بندھ گیا تھا کہ عموماً آپ فرماتے، کہ میری تیلی ہونے والی ہڈیاں، اور سپید ہونے والے بال نا امید نہیں کرتے، کہ میں عیسےٰ علیہ السلام سے ملاقات نہ کرسکوں گا، مطلب یہ تھا کہ گو میرے مرنے کا وقت قریب آگیا ہے، لیکن میرے خیال میں قیامت اس سے بھی زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جن کے نزول کی خبر قربِ قیامت میں دی گئی ہے، ان سے میری ملاقات ہو جائے۔

الغرض یہاں جو کچھ بھی خیال رہ گیا تھا، وہ آیندہ کا تھا۔ نہ دنیا والوں سے زیادہ ملاقات ہوتی تھی، نہ ان کے ساتھ کوئی معاملہ پڑتا تھا، البتہ بعض واقعات ربذہ کے بعد بھی پیش آئے جن سے ممکن تھا، کہ کوئی فساد پیدا ہو جاتا۔ لیکن آپ نے جس طرح اسے ٹالا، وہ اپنے اندر عجیب و غریب نتائج رکھتے ہیں خصوصاً حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمنوں کی ناکیں اس سے داغدار مجروح ہو جاتی ہیں۔

پہلا واقعہ اور اطاعت عثمانی کی پہلی نظیر۔

میں لکھ چکا ہوں کہ ربذہ کے عامل آپ کے زمانہ میں ایک حبشی غلام (مجاشع) تھے جس طرح دنیاوی معاملات اس کے سپرد تھے، جمعہ جماعات[1] بھی انھیں کی متعلق تھا، جب حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں آکر سکونت فرما ہوئے، تو آپ بھی نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے۔ جب جماعت کھڑی ہو گئی، تو مجاشع بوجہ اپنے غلام ہونے اور شرف صحابیت سے محروم ہونے کے، آگے بڑھنے سے رکے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا، کہ آگے بڑھو، جس طرح پہلے نماز پڑھاتے تھے اب بھی پڑھاؤ، مقصد اقدس یہ تھا، کہ اگرچہ تم غلام حبشی ہو، لیکن جب اولوالامر

[1] طبقات ص ۱۰ ج ۴ ۱۲ جمعہ کی نماز ربذہ ہوتی تھی، خود حضرت ابوذرؓ بھی پڑھتے تھے کما ذکرہ فی الکبیری سدھی یہ بات کہ وہ گاؤں تھا وہاں کس طرح نماز ہوتی، اس کا جواب فقہاء امت کا کام ہے، اتنا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ مرفوع حدیث کا مقابلہ اثر نہیں کرسکتا، ممکن ہے کہ اصول حنفیہ پر یہ بھی کہہ دیا جائے، کہ ربذہ مصر تھا، اس لئے کہ کل موضع حل فیہ الامیر فہو مصر کذا امام محمد کا فتویٰ ہے اور مجاشع یہاں کا امیر تھا ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ برحق نے تم کو امیر بنا دیا ہے، تو میں بھی تمھیں امیر سمجھتا ہوں، جیسا کہ خود بعد کو آپ نے فرما دیا۔

"کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے، کہ اگر حبشی غلام بھی مجھ پر امیر بنایا جائے تو، مجھ پر لازم ہے، کہ میں اس کی باتیں سنوں، اور اس کی فرمانبرداری کروں[۱]"

گویا اس خواب کی تعبیر ربذہ میں آکر پوری ہوئی۔ اور یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ آپ کے ربذہ آنے سے پہلے یہ غلام یہاں کے امیر تھے کہیں کوئی یہ نہ سمجھ جائے کہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے بعد اسی دہاں کا حاکم بنا کر بھیجا تھا

اطاعت کا دوسرا واقعہ عبد اللہ بن سبا کو جب اس کی خبر ملی کہ حضرت معاویہ رضؓ کی شکایت کی بنا پر خلیفۂ اسلام نے حضرت ابوذر کو شام سے مدینہ بلوایا اور کعب احبار سے مناظرہ کرایا حتیٰ کہ ان ہی وجوہات سے اب وہ گاؤں میں جا کر عزلت گزین ہو گئے ہیں۔ اس کے کارندوں نے اور بھی نمک مرچ لگا کر اس واقعہ کو غلط آب و رنگ کیساتھ اس کے سامنے ظاہر کیا تو اس کو فوراً خیال گذرا کہ ایسی صورت میں حضرت ابوذر کو حضرت عثمان سے بدظن کرنا آسان ہے، مسئلہ کنز پر نزاع موجود ہے اسی کو کسی عمدہ صورت میں پیش کر کے ان کو مخالفت پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

چونکہ ابوذر کا تقدس و ورع عام طور پر مسلمانوں میں مسلّم ہے، اور خود اس کے ساتھ ایک قبیلہ غفار کا ہے۔ کیا عجب ہے کہ ان کو شریک کار بنا لینے کے بعد، ہماری سازش مکمل ہو جائے۔ اور جو آگ ہم نے تیار کی ہے۔ اس کے شعلے ابوذر ہی کے ہاتھ سے اسلامی آبادیوں تک پہنچا دیئے جائیں۔

الغرض اسی قسم کے بیہودہ خیالوں کو سامنے رکھ کر اس نے ایک وفد تیار کیا بقول[۲] ابن خلدون، سرخیل وفد خود ہی ہوا۔ کوفہ میں اس مفسد وفد کا نظام مرتب کیا گیا۔ اور یہیں سے طیار ہو کر ان بدباطنوں کی جماعت ربذہ روانہ ہوئی۔ بطور مہمانوں کے یہ لوگ آپکے دولت خانہ پر آکر ٹھیرے آخر موقع پا کر ایک شخص نے اس طرح تقریر شروع کی۔

"اے ابوذر! اس شخص (عثمان) نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا، (یعنی آپکے ساتھ اتنی بدسلوکیاں کیں کہ ہم اس کی تفصیل بھی نہیں کر سکتے) پس کیا آپ تیار ہیں کہ اس کے خلاف میں آپ بغاوت کا پھریرا بلند کریں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ جتنے آدمیوں کی ضرورت آپ کو ہوگی، اس کا پورا انتظام کیا جائے گا، آپ صرف جھنڈا بلند کر دیجئے[۳]۔"

طبقات میں ان کی تقریر کا صرف اسی قدر حصہ مذکور ہے، لیکن یہ مفسدین جس درجہ شاطر و عیار تھے،

[۱] طبقات ابن سعد ۱۲ [۲] ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۱۳۹ ۱۲ [۳] تمام تفصیل طبقات سے ماخوذ ہے۔ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ جو کچھ نقل کیا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ باتیں انھوں نے کہی ہوں گی۔
بہرحال ان کے کان منتظر تھے کہ امید کی صبح لیے ہوئے ابوذرؓ کی جنبش سے عنقریب طلوع ہونے والی ہے مگر یہ ان کی بدعقلی تھی انھوں نے ابوذرؓ کو بھی العیاذ باللہ جو اس ہاتھوں میں شمار کیا تھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادتوں پہ عبداللہ بن سبا کی افترا پردازیوں کو ترجیح دے کر داماد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے رنگین قبا ہوئے، یا جو آج ان ہی مختلف روایتوں کے گورکھ دھندوں میں پھنس کر امت اسلامیہ کے سب سے بڑے حیا پرور انسان پر شرمناک حملے کر رہے ہیں۔ مالھم بہ علم ولا لاٰبائھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ عصر حال کے کج فہموں کو بھی سننا چاہیئے کہ اس نامراد جماعت کو حضرت ابوذرؓ کی جانب سے کیا جواب ملا۔ آپ نے ان کی تقریر سننے کے بعد فرمانا شروع کیا۔

”مجھ پر یہ بات ہرگز نہ پیش کرو، دیکھو اپنے بادشاہ کو ذلیل و رسوا نہ کرو، میں تم سے سچ کہتا ہوں، کہ جس نے اپنے بادشاہ کو ذلیل و خوار کیا، اس کے لئے توبہ کا دروازہ بھی بند کر دیا جاتا ہے۔

خدا کی قسم اگر عثمانؓ مجھے اونچی سے اونچی لکڑی یا بلند سے بلند پہاڑ پر بھی چڑھا کر پھانسی دے دیں گے، تو میں اُسے مانوں گا، اس حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دوں گا، صبر کروں گا، اور خدا سے اس صبر پر ثواب کی امید رکھوں گا میں سچ کہتا ہوں کہ اگر عثمان ایسا کریں گے، تو میں اپنے لئے اسی کو بہتر سمجھوں گا۔

اسی طرح اگر عثمان آسمان کے اس کنارے سے اس کنارے تک مجھے دوڑنے کا حکم دیں گے، یا جہاں سے آفتاب اُگتا اور جہاں جا کر ڈوبتا ہے، اس کے درمیان میں مجھے چلنے کا امر کریں گے،

تو میں اُسے مانوں گا، سنوں گا، بجا لاؤں گا، اور صبر کروں گا، اور اس صبر پر خدا سے ثواب کی امید رکھوں گا، اور اپنے حق میں اسی کو بہتر خیال کروں گا،

اسی طرح اگر وہ مجھے گھر میں رہنے دیں گے، تو ٹھیک جس طرح گزشتہ باتوں میں میرا حال ہوگا، اسی طرح اس حکم کو بھی مانوں گا، سنوں گا، اس وقت بھی ان کا مطیع ہوں، فرمانبردار ہوں، اور اسی کو اپنے لئے بہتر سمجھوں گا، صبر کروں گا اور خدا سے اجر کی امید رکھوں گا۔“[1]

[1] طبقات ابن سعد صفحہ ۱۶۷ ج ۴۔ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تقریر جس بلیغ و موثر پیرایہ میں ابوذر رض کے اندرونی جذبات کی ترجمانی کر رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ سرکشوں کے ہوش اڑ گئے ہوں گے، امید معاونت تو کجا خود انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہوں گے۔

اللہ اکبر، جو شخص اونچی سی اونچی لکڑی کی پھانسی کو، اور گھر میں بیٹھنے کو، برابر خیال کرتا ہو، دونوں فرمانوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہو، اس کی وفاشعاریوں کی کوئی حد ہو سکتی ہے۔؟

اس تقریر کے پڑھ لینے کے بعد کون دیوانہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ خلیفۂ ثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے صاف نہ تھا۔

ہم نہیں سمجھتے کہ حضرت ابوذر رض کی صفائی میں اب اس سے زیادہ اور کیا چیز پیش کریں۔ کیا لفظوں میں اس سے زیادہ اور بھی کوئی بالاتر قوت انسانی ہے جو کسی کی برأت کو اس سے صاف بکھرے ہوئے رنگ میں پیش کر سکتی ہو، واللہ علیٰ کل شیئٍ قدیر۔ جن کی نگاہیں تنگ و ظرف چھوٹے ہیں انکو ان زور آور لفظوں کی معاونت سے چاہیے کہ اسے وسیع کریں۔ الحاصل باغیوں نے ربذہ کے درویش کی جسوقت یہ حالت دیکھی ہکا بکا ہو کر رہ گئے۔ اور اسیوقت انہوں نے راہ گریز اختیار کی۔

تیسرا واقعہ | اس واقعہ کو عوف شیبانی سے امام احمد نقل فرماتے ہیں، عوف کا بیان ہے کہ

ایک شخص تھے تحائف لیکر حضرت ابوذر کے پاس ربذہ آیا جب وہاں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ آپ بقصد حج مکہ مکرمہ تشریف لیگئے، (مسند احمد سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ربذہ کے بعد کا ہے لیکن طبری میں ہے کہ یہ واقعہ ۲۹ھ کا ہے جس وقت حضرت ابوذر ربذہ نہیں آئے تھے) اس شخص نے بھی کعبہ کی طرف اپنے اونٹ کی مہار پھیر لی، مع ان سامانوں کے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ آخر منیٰ کے میدان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زیارت اسے نصیب ہوئی۔ اور اسوقت سے وہ بھی آپ کا شریک صحبت ہو گیا۔

وہی کہتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ منیٰ ہی میں تھا، کہ یکایک غل ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منیٰ میں بجائے دو رکعتوں کے چار رکعتیں پڑھیں یعنی بجائے قصر کے نمازیں پوری پڑھیں[1]

[1] حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب چار رکعت پڑھی تو عبدالرحمن بن عوف نے آکر پوچھا ہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا، کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا کہ یمن کے کچھ لوگ اور بعض گنوار بدوؤں نے اپنے ملکوں میں جاکر مشہور کر دیا ہے کہ نماز مسافر کے لئے بھی چار ہے کیونکہ امیر المومنین یوں ہی پڑھتے ہیں۔ یہ ایک سخت غلط فہمی تھی۔ اس لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چونکہ یہ بالکل جدید واقعہ تھا، اس لئے صحابہ میں اس لئے بھی بے چینی پھیل رہی تھی۔ عبداللہ بن مسعود و عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک طرف آپس میں مشورہ کر رہے تھے۔ بار بار عبداللہ کی زبان پر آتا تھا:

نلیت حظی من اربع رکعات رکعتان متقبلتان۔ (بخاری) (کاش! چار رکعتوں کے ثواب مجھے دو ہی رکعتیں عطا ہو کر تو دیکھ مقبول ہیں)

لیکن خلیفۂ وقت کی اطاعت کو ان کی دقیق روحانی بصیرتیں اس قسم کے مسائل پر ترجیح دے چکی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالرحمٰن کو جو آخری جواب دیا تھا وہ یہ تھا:

الخلاف شر قد بلغنی انہ صلی اربعا فصلیت باصحابی اربعا[2] (اختلاف بری بات ہے مجھے خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ نے چار رکعتیں ہی پڑھی ہیں اسلئے میں نے بھی چار ہی پڑھیں)

ہمارے مجذوب و سرمست درویش کو بھی جب یہ خبر ملی تو ابتداء میں آپ پر غصہ طاری ہو گیا اور سخت غیظ میں آکر جھلا کر فرمانے لگے:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں نماز پڑھی آپ نے ہمیشہ دو رکعتیں پڑھیں

(یعنی قصر کیا) پھر ابوبکرؓ نے بھی دو ہی پڑھیں، عمر فاروقؓ کے وقت میں بھی یہی ہوتا رہا۔"

کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد آپ نے کچھ سخت الفاظ بھی استعمال فرمائے۔ خیر جو کچھ کہا ہو ہمیں دیکھنا تو یہ ہے کہ انجام کیا ہوتا ہے؟ اور خود کیا کرتے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اٹھے اور اٹھ کر آپ نے بھی چار ہی رکعتیں ادا کیں (یعنی قصر نہ کیا) لوگوں کو آپ کی اس شور اشوری اور پھر اس بے بسی پر سخت تعجب ہوا۔ ایک شخص وہیں بیٹھا ہوا تھا اس نے فوراً پوچھا۔

"کہ یہ آپ نے کیا کیا جس فعل پر آپ ابھی ابھی امیرالمومنین کی شان میں سخت و سست سنا رہے تھے کس قدر عجیب ہے، کہ کھڑے ہو کر پھر اسی فعل کے خود مرتکب ہوئے[1]۔"

اقامت کی نیت کر کے چار پڑھ لی! اور وجہ اس اقامت کی یہ ہے، کہ میں نے منیٰ میں نکاح کر لیا ہے اور یہاں سے طائف قریب ہے جہاں میری جائداد ہے اس کی نگرانی کیلئے یہاں اقامت کر لیتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے اس پر پھر معارضہ کیا جس کا جواب حضرت عثمان غنیؓ نے یہ دیا کہ "یہ میری رائے ہے" اصل یہ ہے کہ نیت اقامت سے آدمی مقیم ہو جاتا ہے۔ اور یہ نیت میں نے اپنی رائے سے کی، خدا جانے لوگ حضرت عثمان پر کیوں اعتراض کرتے ہیں۔ کیا اقامت کی نیت سے آدمی مقیم نہیں ہو جاتا۔ [2] طبری صفحہ ج ۳-۱۲

[1] طبری صفحہ ج ۳-۱۲

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوذرؓ نے اس کے جواب میں وہ باتیں فرمائیں جو حق نیوشوں کے لئے ایک روشن شمع ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک سلطان ہونیوالا ہے دیکھنا اُس کو کبھی ذلیل ورسوانہ کرنا، جس شخص نے اس کی ذلت کا ارادہ بھی کیا اُس نے اسلام کے طوق کو گردن سے نکال کر باہر پھینکدیا۔ اس کی دعا کبھی مقبول نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس رخنہ کو جو اسنے اسلام کی دیوار میں پیدا کردیا ہے بند نہ کرے (اور وہ اس رخنہ کو کبھی بند نہیں کر سکتا، ہاں اگر پھر اس سلطان کی اطاعت فرمانبرداری کی طرف رجوع کرے گا تو بھی ان لوگوں میں شمار کیا جائے گا۔ جو اس کی عزت پہلے سے کر رہے تھے[1]

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یغلبونا علی ثلث ان نامر بالمعروف ونھی عن المنکر ونعلم الناس السنن۔

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ یہ لوگ (خلفاء) تین باتوں پر غالب نہ آنے پائیں امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور یہ کہ لوگوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز وروش کی تعلیم دینے سے ہمیں روکیں

اس واقعہ سے ذیل کے نتائج بآسانی نکل آتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوذرؓ نہ صرف دنیاوی معاملات میں حضرت عثمانؓ کی پیروی کو اپنے لئے واجب سمجھتے تھے بلکہ دینی حیثیت سے بھی حضرت عثمانؓ کی رضا کو امور واجبہ (کہ تصراون کے نزدیک واجب ہی) ترجیح دیتے تھے۔

(۲) باوجودیکہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ جماعت میں شریک نہ تھے۔ لیکن محض اس خیال سے کہ جب خلیفہ نے چار رکعتیں پڑہیں تو اب ہم پر اس فعل کا کرنا ضروری ہوگیا آپ نے تنہائی میں بھی اپنی نمازیں پوری کیں۔

(۳) آپ نہ صرف دنیاوی عزت بلکہ دینی واُخروی عزت کو حضرت عثمانؓ کی عزت کے ساتھ وابستہ خیال فرماتے تھے میں نہیں سمجھتا کہ اس واقعہ سے یہ نتائج کیوں نہیں نکل سکتے پس غور کرلینا چاہئے کہ جب ایک مقدس بزرگ صحابی بھی اپنی دینی عزت کا مدار حضرت عثمانؓ کی عزت پر سمجھتا ہے تو جو لوگ صحابی تو نہ تابعی ان کی نجات و اعزاز کی کیا صورت ہوگی جبکہ وہ اپنی بیربات میں عثمانؓ پر طعن و شناعت کرنے کو اپنا شیوہ قرار دئیے ہوئے ہیں۔

[1] مسند امام احمد ۲ صفحہ ۵ مسند ۱۲ ہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض اس واقعہ کے پیش کرنے سے مجھے حضرت ابوذر کی اطاعت کی ایک تصویر اتارنی تھی اور الحمدللہ کہ وہ پوری اور صاف اتری۔

یہ الگ بحث ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے ایسا کیوں کیا؟ فقہ میں اس واقعہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے میرا فرض چونکہ اس قسم کے مسائل کی تفصیل نہیں۔ اس لیے میں اس پر مفصل بحث نہیں کر سکتا۔ ہاں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کے نزدیک سفر میں قصر ضروری نہ ہو۔ اسے محض رخصت خیال کرتے ہوں چونکہ دیہات کے گنوار موسم حج میں اس سال زیادہ آ گئے ہوں ممکن تھا کہ اگر ظہر کی آپ دو ہی رکعت پڑھتے تو یہ لوگ گھر جا کر بھی دو پڑھنے لگتے اور سند میں حضرت عثمان غنیؓ کے فعل کو بیان کر دیتے جیسا کہ امام شافعی وغیرہ کا مذہب ہے کہ قصر رخصت شرعیہ ہے، اسقاط نہیں۔

سطحی نظروں میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن جن دلوں میں اجتہادی بصیرتیں ہیں اُن کی تحقیق یہی ہے کہ حضرت عثمانؓ بھی قصر کو واجب سمجھتے تھے۔ اور منیٰ میں اس وقت چونکہ آپ نے سفر کے ارادہ کو مبدل بقصر کر دیا تھا جیسا کہ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے یہ نہیں کہا کہ سفر میں اتمام بھی جائز ہے اس لئے میں نے پڑھی بلکہ آپ کی ہر ایک گفتگو سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے کو مسافرت سے نکال کر مقیم قرار دینا چاہتے تھے اور اسی کے وجوہات پیش کرتے تھے۔

اس کے بعد پھر اس معاملہ میں کوئی جان باقی نہیں رہتی اور تمام جھگڑے صرف غلط فہمیوں پر مبنی ہونے چاہئیں جو اس قسم کے مسئلوں میں عام بات ہے۔

وفات ۳۲ھ ہجری ہجرت کا بتیسواں سال اپنی ہستی فنا کرتے ہوئے اپنے اخیر مہینے ذی الحجہ میں قدم رکھ چکا ہے عرب و عجم کی بیشمار روحیں عشقِ الٰہی میں سرشار و مست ہو ہو کر مکہ معظمہ کے وادیوں میں کھیل رہی ہیں عراق کے مسافر ذات عرق[1] کے راستہ سے ربذہ کی پر فضا منزل سے گذر کر لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک کی دل گداز آواز سے ان دبی چھپی چنگاریوں کو بھڑکا رہی ہیں۔ جنھوں نے ابوذر کے سینے کو آتشدان بنا رکھا تھا ربذہ کے سامنے سے جو حاجی مستانہ لباس میں یا برہنہ گذرتا اگر وہ کچھ نہیں کرتا تھا تو کم از کم ابوذرؓ کے

[1] طبری ص ۲۸۱۰ ج ۵ مطبوعہ مصر ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل کو ضرور زولاڈالتا تھا۔

خصوصاً اس سال کہ تمام ممالک محروسۂ اسلام میں یہ اعلان عام طور سے شائع ہو گیا تھا کہ اس سال بھی مدینہ کا روحانی وجسمانی سلطان اپنے حقیقی ملیک قدوس کے آستانہ پر جبین نیاز جھکانے آئیگا یعنی عام طور پر یہ خبر ملک میں گرم تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس حج میں بھی شریک ہوں گے۔

دور دور کے لوگ بیک کرشمہ دو کار کے اصول پیش نظر رکھ کر مکہ میں اُمنڈے چلے آتے تھے کہ حقیقی ومجازی دونوں جمال وجلال کا نظارہ ایک ہی سفر میں ملتا ہے۔ مختلف ملکوں کے صوبہ داروں والیوں کے نام بھی پروانہ جاری کیا گیا تھا، کہ اس سال خدائے واحد کی دربار میں آکر بیت اللہ کے خادم عثمان سے مل جائیں۔

الغرض اس سال کی مختلف خصوصیتوں نے عشق کے بازار کو بہت زیادہ گرم وتیز کر دیا تھا اور ظاہر ہے کہ اسی حالت میں ربذہ کے درویش کی آگ بھی جس قدر اشتعال انگیز بھبک رہی ہوگی اُس کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی نتیجہ یہ ہوا کہ آخر بیماری دِل نے کام تمام کیا۔ مدت سے آہستہ آہستہ سلگنے والی آگ دل وجگر کے ہر ریشہ میں پیوست ہو گئی۔ جو جسم انسانی تھا وہ از فرق تا بقدم انگارہ اور فقط انگارہ ہو کر دہکنے لگا حتی کہ طاقت رفتار نے ساتھ چھوڑا۔ قوتوں نے جواب دیا اور وہ جو کہ سامانِ سفر میں مصروف تھا بستر مرض پر یاس و ناکامی کی چند ٹھنڈی آہوں کے بعد اس طرح لیٹ گیا کہ پھر کبھی نہ اُٹھا۔

دنیا نے سمجھا کہ کوئی مادی بیماری ہے لیکن جنھوں نے آپ کے حالات کا مطالعہ ابتدا سے کیا تھا وہ سمجھ گئے کہ جو چڑیا کاٹھ کے کسی چبوترہ پر لگایا گیا تھا وہ اب گہرا ہو کر بیماری کی صورت میں ظاہر ہوا ہے حتی کہ ضعف نے آپ کو اس درجہ مجبور کیا کہ باوجود قرب کے سب سے آگے رہنے والا اسربازآج سب سے پیچھے رہ گیا یا رکھ لیا گیا آپ جس خیمہ میں بیمار ہو کر پڑ گئے تھے اُسی کے سامنے سے روزانہ حاجیوں کا قافلہ اُمنگوں، اور ارمانوں کے ساتھ گذرتا۔ اور آپ کے دل پر رہ رہ کر چوٹ پڑتی۔ آرزوؤں کا ولولہ اُٹھانا اور تنِ زار کی کمزوری گراتی ایک عجب کشاکش تھی ہر بنِ مو سے گویا آواز آرہی تھی۔

بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اور یاں   طاقت بقدر لذتِ دیدار بھی نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف کا یہ حال کہ دو قدم چلنا بھی دو بھر تھا، ورحسرتوں کی وہ سینہ زوریاں کہ جس طرح بھی ہو، احرام کے سے چمکنے والی بجلی یا فاران والی فارقلیط کی صبح کو منور کرنیوالی تجلی ایک دفعہ دل وجان پر کوندجاتی، گذرجاتی لیکن جہاں صرف جبی خواہشوں کی پابندی ہو وہاں ان باتوں کو کون پوچھتا ہے، آہ کہ جبیں پردہ اجلال کے ناصیہ پر۔

ان اللّٰہ غنی عن العالمین — اللہ تمام عالم سے مستغنی ہے۔

آتشین حروف میں لکھا ہوا تھا وہاں "میں یہ چاہتا ہوں" کی آواز کون سنتا ہے، ابوذر نے چاہا، لیکن جیسے ابوذر چاہتا تھا اسے نہ چاہا پھر کس کی مجال تھی کہ ربذہ کا بیمار ایک قدم آگے بھی بڑھ سکتا ہو۔ آخر یہی ہوا کہ بیماری و نقاہت نے مجبور کیا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس پرشوکت حج میں شریک نہ ہوسکے۔ گنیا کرتے تھک کر ربذہ کے خیمہ میں پڑ گئے۔

ربذہ کے باشندے ایک تو یوں ہی تھوڑے تھے اس پر کل سرکاری آدمی، ان بیچاروں کو کیا علم تھا کہ افق غیب میں کیا مستور ہے۔ حضرت عثمانؓ کی آمد کی خبر سنکر وہاں کے کل آدمی مکہ معظمہ روانہ ہوگئے ربذہ بالکل خالی ہوگیا۔ زندہ نفوس میں وہاں صرف آپ کا ایک جسم بیمار اور آپکے اہل وعیال رہ گئے اور بس۔ ادھر مناسک وزیارت کے دن بھی قریب آچکے تھے کہ مسافروں کی آمد ورفت کا سلسلہ بھی بند ہوگیا سڑک بھی سنسان پڑی ہوئی تھی۔

سبحان اللہ کسی کی زبان سے کچھ نکل گیا تھا فقط اس کو پورا کرنے کیلئے کیا کیا سامان ہورہے ہیں ابوذر دمشق سے بلوائے جاتے ہیں۔ مدینہ سے ربذہ بھیجے جاتے ہیں حج کے بہانہ سے۔ ربذہ کو خالی کیا جاتا ہے۔ اور آخر وقت بھی دو رکھا جاتا ہے، کہ راہ گذر راہی اور سڑک کا کوئی مسافر بھی یسر آسکے سے

"ایں ہمہ غوغا برائے نیم جانے می شود"

کہ فعال لما یرید کی قوتوں کو مانو اور اس کے آگے سربسجود ہوجاؤ۔

خیر جب سب سامان تیار ہوگیا دیکھ لیا گیا کہ تمہر انکا جو زبان سے ادا ہوئے تھے، ٹھیک پورے

۱؎ استیعاب ابن عبدالبر تشریح ۔۔۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچ چکے ہیں کہ یکایک اسی چٹیل میدان میں جہاں چند جانوروں کے علاوہ دور دور تک شاید کوئی پیار سے بولنے والا پرند بھی موجود نہ تھا۔ بیدہ کی سوئی خیمہ والی کالی تیماردار عورت (یعنی حضرت ابوذر کی حرم محترمہ نے) ایک چیخ ماری، خدا جانے انہوں نے کیا دیکھا اور کس کو دیکھا۔ مگر فوراً ہچکیوں میں ملی ہوئی نرم آواز میں حضرت ابوذر کے بستر سے آواز آئی "تم کو کس نے رلایا۔"

بیوی صاحبہ تمہارا وقت قریب آگیا ہے اور میں عورت ہوں اتنی قوت نہیں کہ اس پتھریلی زمین میں تمہارے لئے ۔ کھود سکوں گی۔ اور آہ کہ گھر میں ایک ایسا لتہ بھی نہیں جس میں تمہیں لپیٹ کر... کرسکوں گی

حضرت ابوذر نے یہ سنکر نہایت سکون واطمینان کے ساتھ ان سامانوں کا جو اصلی منشا تھا اس کو ان الفاظ میں ظاہر فرمانے لگے۔

درمت رو، اس کے لئے نہ رو۔ میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، اس وقت آپ نے فرمایا کہ "قطعاً تم لوگوں میں سے ایک شخص ایک چٹیل سنسان وادی میں جان دیگا۔ جس کے جنازہ میں مسلمانوں کا ایک گروہ آکر شریک ہوگا۔" اور میں اس دن سے اندازہ کررہا ہوں کہ وہاں پر جتنے لوگ تھے ان میں سے سب کسی شہر یا آبادی میں وفات پاچکے اور اب صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ جو اس وقت اس وادی بیکسی میں دم توڑ رہا ہوں۔ پس جا! راستہ پر جاکر بیٹھ مسلمانوں کی کوئی جماعت ضرور آرہی ہوگی۔ کیوں کہ خدا کی قسم نہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔

بیوی صاحبہ خدا جانے اب لوگ کہاں سے آئیں گے حاجیوں کی آمدورفت کا سلسلہ بند ہوچکا راستہ بالکل سنسان پڑا ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تم جاؤ تو سہی جاکر دیکھو بھی تو۔

سمجھنے والوں کو اب جاکر معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس سے پہلے جو کچھ ہوا تھا ؎

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

غفار کا بہادر جوان صیدگاہِ عشق میں کودا تھا۔ اس پر جو تیر چلایا تھا آج جاکر نشانہ پر بیٹھ رہا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روتی دھوتی۔ یاس وناکامی کے ساتھ آپ کی بیوی صاحبہ اٹھیں اور لب سڑک آکر بیٹھ گئیں۔ مایوسانہ نگاہیں افق تک پھیل کر کسی چیز کو انتہائی بے کسی کے ساتھ ڈھونڈھ رہی تھیں۔ اور پھر ناکامیوں کے ہجوم میں واپس آجاتیں۔ یہ سلسلہ آمد و رفت کا اسی طرح قائم تھا کہ یکایک مبتدا کے چہرہ سے نقاب اُلٹا گیا اور اُس کی خبر گرد و غبار کی صورت میں ایک جانب سے آگئی۔ بیوی صاحبہ کا اس وقت کیا حال ہوا ہوگا لکھنے کی ضرورت نہیں سوچنے کی ضرورت ہے۔

پردہ چاک ہوتا ہے۔ اور اندر سے گردنیں اٹھائے، اونٹوں کی ایک قطار انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ نمودار ہوئی۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ اس طرح اڑے چلے آتے تھے گویا بھاری پرندوں کی ٹولیاں ہر اٹے بھرتی ہوئیں آرہی ہیں۔ عربی عماموں والے شتر سوار گرد و غبار میں ڈوبے ہوئے اس پر سوار تھے آناً فاناً وہ لوگ بیوی صاحبہ کے سر پر پہنچ گئے۔ اُن لوگوں کی یکایک نگاہ آپ پر پڑی۔ اس عالم تنہائی میں ایک عورت کا اس طرح سے کھڑا رہنا حیرت میں ڈال دینے کیلئے کافی تھا۔ انگلیوں نے نکیلوں کو ڈھیلا کردیا اونٹ روک دیے گئے۔ جو آگے تھا اُس نے آپ کو مخاطب کرکے پوچھا،

"بیوی صاحبہ آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں آپ پر کیا حادثہ گذرا؟"

بیوی صاحبہ۔ "مسلمانو! ایک آدمی بیچارہ مر رہا ہے خدا کے لئے اس کے دفن کا سامان کرو"

اس کے بعد جو جملہ آپ کی زبان سے نکلا، دل کے ٹکڑے اڑا دیتا ہے کلیجہ پاش پاش ہوا جاتا ہے دنیا کی بے نیازیوں کا مرقع کچھ اس طرح آنکھوں کے سامنے عریاں ہوتا ہے کہ دل بیٹھا جاتا ہے اللہ اکبر ابوذر! راتوں کو پیشانی گھس گھس کر صبح کر دینے والا ابوذر، صبح کو فاقہ و بھوک کی شدت میں شام کرنیوالا ابوذر! آج کی حمایت میں دنیا کو اپنا دشمن بنانیوالا ابوذر، آہ کہ وہی ابوذر جس نے عشق و مستی میں اپنی عمر کاٹ دی توحید و سنت کی اشاعت میں در بدر پھرنے والا ابوذر! محض آسمانی محبوب کی رضاجوئی میں دولت و امارت سے کنارہ کش ہونے والا ابوذر! صرف اس کی پوجا کیلئے آبادیوں کو چھوڑ کر جنگل کے بھیڑیوں کی طرح زندگی گذارنیوالا ابوذر! آہ کہ ابوذر! آج ایک جنگل میں جان دے رہا ہے اور اس طرح دے رہا ہے کہ اُن کی بیوی اللہ اللہ! مسافروں کے سامنے اس لئے کھڑی ہیں کہ اُن کے کفن کے لئے بھیک مانگیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غنی مطلق کی استغنائے مطلق کی یہ کارفرمائیاں ہیں اس روحانی بادشاہ کی بیوی کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں اور مقربوں، صدیقوں کا زہرہ آب ہوا جاتا ہے۔

"اس بیچارے مسلمان کے پاس کفن نہیں ہے خدارا اُن کے کفن کا بھی سامان کرو۔ خدا کے یہاں اجر پاؤ گے"

شترسواروں نے پوچھا کہ وہ کون آدمی ہے۔ آواز آئی۔

"ابوذر، صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

یہ سُن کر ہوش اُڑ گئے۔ حواس خبط ہوگئے۔ کہرام مچ گیا۔ سننے والوں نے شور برپا کر دیا غل تھا کہ

"وہ ! اُن پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں، وہ ! اُن پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں"

اونٹوں کی پیٹھیں خالی ہوگئیں کوڑے اُن کی گردنوں میں لٹکا کر چیختے ہوئے گریاں و نالاں افتاں و خیزاں اس خیمۂ مریض کی طرف دوڑ پڑے[1]

حضرت ابوذرؓ نے بیوی صاحبہ کو ادھر بھیج کر اپنی بچی کو پکارا اور فرمایا۔

"بیٹی ایک بکری ذبح کرلو اور فوراً اس کے گوشت کو آگ پر چڑھا دو۔ گھر میں مہمان آرہے ہیں جب وہ مجھے دفن کرلیں تو تم اُن سے کہنا کہ ابوذر نے آپ لوگوں کو خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک کھانا لیں اپنی سواریوں پر سوار نہ ہوں[2]"

اس کے بعد فرمایا کہ مہمانوں کی ایک اور جماعت آنیوالی ہے جو کھاتی پیتی نہیں لیکن خوشبو سونگھتی ہے ایک نافۂ مشک کا پڑا ہوا ہے، اسی کو گھس کر پانی میں ملاؤ۔ اور تمام خیمہ پر اُسے چھڑک دو۔ عنقریب وہ آنیوالے ہیں روح جسم کو چھوڑ رہی ہے سکرات کی حالتیں طاری ہیں لیکن اس وقت بھی جو خیال عملی صورت اختیار کر رہا ہے وہ وہی ہے جو میں پہلے لکھ چکا ہوں، کہ علم عمل پر منطبق ہو جائے۔

خلیل ابوذر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بتایا تھا کہ مہمانوں کا اکرام کیا کرو۔ بس گو جان نکل رہی ہے۔

---

[1] یہاں تک کے واقعات طبقات ابن سعد سے ماخوذ ہیں۔ مسند احمد وغیرہ میں بھی موجود ہیں ۱۲

[2] تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۰۱ مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۱ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن جو قول اس میں منجذب ہو گیا تھا اس پر عمل کرنا بھی ضرور ہے۔

خیر یہاں تو یہ سامان ہو رہے ہیں اتنے میں آہ و بکا کی غوغا میں تنتر سواروں کی جماعت خیمہ کے اندر آگئی

مسلمانوں کی اس جماعت کو دیکھ کر جاں بلب ابوذر کے بدن نے گویا ایک جھرجھری لی۔ یکایک

حجۃ الوداع کی آخری وصیت نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا

اَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ | دیکھو جو یہاں موجود ہیں وہ غیر حاضر لوگوں کو میرا قول پہنچا دے

موت کی تمام سختیوں پر غالب آگئی۔ ان لوگوں کو دیکھ کر فرمانے لگے۔

"تمہیں خوشخبری ہو، تم لوگوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مژدہ سنا گئے ہیں (یعنی فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے کفن و دفن میں شریک ہو گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تصدیق کہ فلاں شخص مسلمان ہے یا فلاں جماعت مسلمانوں کی ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ جان بخش کرانا یہ مژدہ اور کیا ہو سکتا ہے)"

اس کے بعد حضرت ابوذرؓ نے فرمایا۔

"ایک اور مژدہ سنو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جن دو مسلمانوں کے درمیان دو بچے مر گئے ہوں یا تین بچے مر گئے ہوں اور ان کی موت پر انھوں نے صبر سے کام لیا ہو اور صبر پر ثواب کی امید لگائی ہو تو یہ دونوں ہمیشہ کیلئے آگ کے شعلوں سے جدا ہو گئے"

یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے جو یہ حدیث بیان کی عموماً اس پر برانگیختہ کرنے والا تبلیغ کا جذبہ دیرینہ تھا تاہم یہ بات البتہ قابل غور ہے کہ آپ نے خاص کر اسی روایت کو یہاں پر کیوں بیان کیا، میں اس کا قطعی جواب تو نہیں دے سکتا، پھر بھی قرائن و قیاسات کا مقتضی ہے کہ آپ کو یہ بھی جتانا منظور تھا کہ دیکھو ابوذر اس دنیا سے جاتا ہے مگر اپنے اعمال و افعال پر بھروسہ کر کے نہیں جاتا ساپنی صدقات و خیرات پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی جان ملک الموت کے سپرد نہیں کرتا۔ ان چیزوں میں سے اس کو کسی پر غرہ نہیں کسی پر بھروسہ نہیں۔

ہاں صرف ایک آس ہے کہ اس کے چند بچے مر چکے ہیں، ارحم الراحمین شاید اسی کو بخشایش و مغفرت کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعہ بنا دے۔ فقط ایک یہی چیز ہے کہ جو ممکن ہے کہ رحمت ایزدی کو اس کی طرف متوجہ کر سکے۔

اور یہ ایک صوفیانہ نکتہ ہے کہ موت سے پہلے جس قدر خشیۃ وخوفِ خدا اپنے دل پر غالب کر سکتے ہو کر د۔ پھر جب موت کی گھڑیاں سر پر آجائیں اس وقت بیم و دہشت کو سینے سے باہر نکال کر صرف امید نجات و نورِ رحمت و غفران سے دل کو لبریز کر لو، شیخ المجاذیہ اس وقت اسی شغل میں مصروف ہیں اس کے بعد آپ کے دل سے ایک شورش انگیز، روح فرسا، حوصلہ گسل آواز اٹھی، اور بصد حسرت و یاس اٹھی، صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"دولے کاش کہ میرے پاس اتنا کپڑا بھی ہوتا کہ میں اس میں سما کر اپنا کفن بنا لیتا ...... تو پھر میں اس کے علاوہ اور کسی کفن کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

مگر ...... (یعنی جو خدا کی مرضی یہی ہے کہ اپنے کفن میں میں لپیٹا نہ جاؤں اور آپ لوگ اپنا کفن دیں) اب آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں، خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے جو شخص کفن دے وہ نہ تو کسی صوبہ کا والی ہوا ور نہ عریف[1] ہوا ور نہ داکیہ ہو"

اتفاق تو دیکھو، کہ اس جماعت میں جتنے آدمی تھے۔ قریب قریب ہر ایک شخص ان عہدوں میں سے کسی ایک پر ممتاز تھا۔

صرف ایک انصاری جوان البتہ ایسا تھا جس میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ وہی بول اٹھا کہ مجھ میں آپ کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں، اور میرے تھیلے میں دو چادریں بھی رکھی ہوئی ہیں جن کے سوت میری ماں کے ہاتھ نے کاتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ان چادروں کو میری ماں نے بُنا ہے[2]۔

اور ایک چادر یہ ہے جو میرے بدن پر پڑی ہوئی ہے۔ ملا کر تین کپڑے ہو جاتے ہیں۔

---

[1] و [2] دونوں روایتیں طبقات ہی میں ہیں۔ اگر دوسری روایت صحیح ہو تو پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس انصاری جوان کو اس قوم سے تعلق تھا جو آج ہندوستان کے سچے مسلمان ہیں۔ اس قوم کی خوش قسمتی ہے کہ یہ خدمت عالی اسی کے ایک فرد کے سپرد ہوئی۔ عریف قوم کے یا گاؤں کے مکھیا اور سردار کو کہتے ہیں جو رئیس اور امیر کے ماتحت ہوتا ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک وہ ہے جو قوم کا راہبر ہو۔ ۱۲ +

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو کفن کے لئے کافی ووافی ہیں۔

حضرت ابوذر رضؓ نے یہ سُن کر فرمایا:۔

"ہاں تو تم میرے حسب منشا ہو۔ بس انہیں کپڑوں میں مجھے کفنانا"

اس گفتگو کے بعد اور کیا کیا باتیں ہوئیں، مورخین ان سے ساکت ہیں۔ ہاں طبقات ہی میں ایک اور روایت موجود ہے۔ جو ظاہراً بلکہ یقیناً اس روایت کے مخالف ہے، حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس کے تضاد پر تنبیہ بھی کی ہے، اور بغیر کسی جواب کے آگے نکل گئے ہیں۔

لیکن میرے نزدیک راویوں سے اس میں چوک ہوئی ہے۔ اقرب الی الصحت اس کی ترتیب یوں معلوم ہوتی ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ۔

"مجھے نہلا دھلا کر کفن پہنا کر سڑک پر جا کر ڈال دینا، اور دیکھتے رہنا۔ سب سے پہلے سواروں کی جو جماعت گذرے اُن کو ٹھیرا کر کہنا کہ یہ ابوذر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، تم لوگ ان کے دفن میں میری مدد کرو"

۸ر ذی الحجہ ۳۲ سنہ ہجری — اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، خدا کی ہر چیز خدا ہی کی طرف جانیوالی ہے آخر وہ وقت عظیم آگیا، آسمانوں سے فرشتے اُتر پڑے اور اس خستہ و نزار۔ سوختہ و بریاں جان کو جس نے خدا جانے اس عنصری دور میں نشیب و فراز عالم کے کتنے حوادث دیکھے اور خود اس قفس خاکی میں بند ہو کر کیا کیا تھا اسی کو لینے کے لئے دنیاوی مخمصوں سے نجات دینے کے لئے قدوسیوں کی جھرمٹ میں موت کا فرشتہ مشک بیز خیمہ میں اپنے میزبان کے پاس پھونچ گیا۔

حجابات اُٹھنے لگے۔ اُن دیکھی چیزیں آنکھوں کے سامنے چلتی پھرتی نظر آنے لگی۔ ابوذر رضؓ نے ٹوٹتی آوازمیں دنیا والوں کو اس آخری لفظ سے مخاطب فرمایا۔ "قبلہ کی طرف میرا رُخ کردو"

یہ آخری حکم کی آخر تعمیل کر دی گئی۔ اس کے بعد خلوص و سچائی کی اندر ڈوبے ہوئے الفاظ فضائے خیمہ میں اس طرح گونجے "بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم"

لہ کامل ابن اثیر صفحہ ۵ ج ۳ لہ کامل ابن اثیر ص ۵ ج ۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں پاک آوازوں کے ساتھ خاک آب و آتش و باد کے کرّے ایک تاباں روشنی مقدس تعلق سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ سراج منیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے دمکنے والا ماہتاب ٹھیک آٹھ ذی الحجہ کو ربذہ کے حوالی افق میں غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون نفس مطمئنہ" فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کی صدا سے سمع پر در بند جس سے اُکھڑی اور جہاں بلائی گئی پہونچ گئی جس نے اپنے کو خدا کے لئے بنا دیا تھا وہ نہایت امانت کے ساتھ پیمانِ وفا کو پورا کرتے ہوئے جلال و جمال کی مستور کششوں میں غرق ہو کر جس کے لئے تھا اُسی کے پاس چلا گیا۔

وما کان قیس هلكه هلك واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

مجذوبوں کا سردار رئیس الطائفہ فقیری کی ایک جدید یادگار چھوڑ کر دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا

جنازہ | آنکھیں بند کی گئیں انگوٹھے باندھے گئے غسل دینے والوں نے نہلایا انصاری نوجوان نے کپڑے نکال کر دئے اور اس جسم کو جس نے اسلام کے بعد خدا کی مرضی میں اپنی خواہشوں کو جذب کر دیا تھا ایک غیر کے کپڑے میں کفنایا گیا حسب وصیت آپ کا جنازہ اُٹھایا گیا اور عام گذرگاہ پر لا کر رکھ دیا گیا۔

اِدھر کونہ سے اُستاد المسلمین، معلم الامۃ، فقیہ الاسلام حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے مع ایک جماعت کے مکہ مکرمہ کے ارادہ سے تشریف لا رہے تھے۔

آپ کو اس المناک سانحہ کا علم تھا یا نہیں مجھے کیا معلوم۔ تاہم ظاہر حال یہ تھا کہ آپ نہایت تیزی کے ساتھ اپنے اونٹ کو بھگاتے ہوئے لا رہے تھے۔ حتیٰ کہ قریب تھا کہ جس کا جنازہ بیکسی کے ساتھ راستہ پر پڑا ہوا تھا وہ سواری کے نیچے آجائے۔ لیکن یکا یک آپ ٹھٹھک گئے۔

جنازہ کو اس طرح پڑا ہوا دیکھ کر اپنے اونٹ کو روک لیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ٹھیرالیا۔ لوگ ہٹ کر کے نیچے آنے والوں کا انتظار کر رہے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر سامنے آگئے۔ اور آکر کہا۔

"ابوذر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے دفن میں ہم لوگوں کی مدد کیجئے"

ایک زبردست دھکا تھا جس نے اچانک ابن مسعود رضؓ کی روح میں زلزلہ ڈالدیا۔ ابن عبد البر کی روایت ہے کہ سنتے ہی آپ نے ایک چیخ ماری۔ اور مجنونانہ اپنے اونٹ سے اتر پڑے۔ روتے جاتے تھے۔ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت وارفتگی میں آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ "میرے دوست، میرے بھائی"
اخیر میں فرماتے:۔

"مبارک ہو تم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا، کہ ابوذر اکیلا ہی چلتا ہے۔ اکیلا ہی مریگا اور اکیلا ہی اٹھیگا"

حتی کہ کم از کم مرنیوالا اگر اپنے ساتھ کچھ نہیں لیجاتا تو اپنے گھر کا کفن یقیناً لیجاتا ہے۔ لیکن ابوذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائی کا یہ عالم ہے کہ کفن بھی اپنا نہیں۔

لوگوں نے حضرت ابن مسعود رض سے نماز کی درخواست کی جنازہ آگے رکھا گیا۔ اس وقت کا نظارہ کتنا عظیم الشان اور دل ہلادینے والا نظارہ ہوگا۔ سامنے اس کا جنازہ رکھا ہوا ہے جو اپنے محبوب سے اسی طرح ملنے جارہا ہے۔ جس طرح اسے چھوڑ کر آپ تشریف لے گئے تھے۔

جنازہ کا امام وہ شخص ہے جس کی مرضی دنیا کے سب سے بڑے آدمی کی مرضی قرار دی گئی۔ اور جن کے عہد و علوم پر اعتماد کر نیکی وصیت خدا کے آخری پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو فرمائی اور صفوں میں مبشرین کی وہ جماعت ہے جن کے اسلام کی تصدیق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی اور جنکا بیشتر حصہ اُن لوگوں پر شامل تھا جن کے ملک سے عرب کے نبی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کی خوشبو آئی ابن سعد کا بیان ہے کہ پہلا گروہ کل یمانیوں پر مشتمل تھا۔ ابن اثیر نے دونوں گروہوں کے آدمیوں کے اسما بھی لکھے ہیں۔ میں بھی ان کی تفصیل اسی سے نقل کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ ابو مفرز تیمی۔ اسود بن یزید علقمہ بن قیس نخعی۔ مالک بن الاشتر نخعی۔ حلحال ضبی۔ حارث بن سوید تیمی عمرو بن عتبۃ السلمی ابن ربیعہ سلمی ابو رافع مزنی۔ سوید بن شعبہ تمیمی۔ یزید بن سعاویہ تمیمی۔ اخو القرثع ضبی اخو معضد الشیبانی۔ الغرض میدان میں بصد بیکسی جو دم توڑ رہا تھا محض اس کی خاطر تھی کہ کوفہ کی زمین ہلائی جاتی ہے

؎۱ بخاری استیعاب جناب مولانا مفتی عبداللطیف صاحب رحمانی ان دنوں حضرت عبداللہ بن مسعود کا تذکرہ مرتب فرمارہے ہیں۔ اس میں اسی حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے کم از کم یہ تذکرہ پندرہ جزو سے کم میں ختم نہیں ہوگا۔ عام ارباب اسلام خصوصاً حنفیوں کے لئے یہ تذکرہ اپنے اندر عجیب و غریب معلومات کو مہیا کر رہا ہے"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بقیۃ الاسلام کو زبردستی کھینچ کر جنازہ پر لا کر کھڑا کیا جاتا ہے تاکہ جاننے والے جانیں کہ جو خدا کے لئے ہو جاتا ہے خدا اس کے لئے کیا کرتا ہے۔

مجھے بار بار حیرت ہوتی ہے کہ حج کا موسم جب ختم ہو رہا ہے ایام حج بھی گذر رہے ہیں۔ ایسے وقت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکہ آنا ایک محض بے موقعہ سی بات معلوم ہوتی ہے۔ ان کو اگر آنا تھا تو پھر خواہ مخواہ چند دنوں کے لئے انھوں نے حج کو کیوں چھوڑا۔ میں اس معمّٰی کو بالکل نہیں سمجھ سکا پھر اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا "کہ دیکھتے رہنا کوئی آتا ہوگا۔" عجیب اسرار ہیں جو علت و معلول کے سلسلہ میں کسی طرح درج نہیں ہوتے۔ رہ رہ کر میری زبان پر یہ مصرعہ جاری ہو جاتا ہے کہ

ع اے زائر حرم غرض ازیں طوف خانہ چیست۔

نماز کے بعد جنازہ اٹھا، کن کاندھوں پر اٹھا، اور کس کا اٹھا، چشم بصیرت دیکھے اور رشک و غبطہ کی موجیں دلوں سے اچھل اچھل کر نجات کی راہیں ڈھونڈھنے والوں کو تڑپائیں۔

سب سے پہلی منزل کے راہ نبرد غفار کے سب سے بڑے انسان کو لایا گیا قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ اور لوگوں کے ساتھ قبر میں اترے۔ اتر کر اس سرچشمہ صدق و امانت کو جس سے زیادہ سچی زبان والے انسان پر آسمان نے کبھی سایہ نہیں ڈالا۔ اور نہ جس سے زیادہ صدیق و راست باز لہجہ کو زمین نے اپنی پشت پر کبھی اٹھایا تھا۔ ربذہ کی ایک کنج عافیت میں ہمیشہ کے لئے مستور و مخفی کر دیا گیا اور وہیں آج تک موجود و موضوع ہی عام زیارت گاہ ہے۔ پس جو تنہا ہی چلتا تھا تنہا ہی رہتا تھا۔ وہ تنہا ہی عرصہ بلا و آزمائش سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔

حقیقی جذب و سرمستی کا چراغ گو اس کے بعد گل ہو گیا لیکن اس کے بعد بھی جہاں کہیں اس کی کچھ روشنی باقی رہ گئی رہا اسوقت بھی پائی جاتی ہے وہ اسی کے فیض ریز شعاعوں کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح عیسوی نہ ہدو دور ہدی محمدی علی صاحبہا الف الف صلوات و تحیہ کے ساتھ اس کے بعد جہاں کہیں جمع ہوئے وہ اسی اجتماع کا نتیجہ جاری ہے۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الذین اتبعوہ باحسان۔

حضرت ابن مسعودؓ کی رضا اور تیچ اہل عیال کا اہتمام | الغرض قضا و قدر نے جو کچھ چاہا وہ ہوا دفن کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے رفقاء کے ساتھ باچشم تر آپ کے خیمہ میں آ گئے۔

بیوی صاحبہ اور آپ کی یتیم صاحبزادی صاحبہ وہاں موجود تھیں آپ نے تسلّی و تشفّی کے کلمات اُن کو کہے خود بھی سنبھلے اُن کو بھی سنبھالا جب کچھ نہ سکون پیدا ہو گیا تو چلنے کے ارادہ سے اُٹھے۔

حضرت ابوذر کی صاحبزادی صاحبہ نے پوچھا کہ کہاں تشریف لے چلے۔ ابا نے وصیت کی ہے اور خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک آپ لوگ کچھ نہ کھالیں سوار نہ ہوں۔ انھوں نے اپنی زندگی میں بکری ذبح کرکے پکنے کا حکم دیدیا تھا۔ جو پک کر رکھی ہوئی ہے۔

یہ فرماکر کھانا پیش کر دیا کھانا تو کیا جاتا لیکن مرنے والے کے اس خلوص کو دیکھ کر عبداللہ بن مسعود دنگ ہو گئے اور ہونا چاہیے تھا کہ حضرت ابوذرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اسوقت بھی عمل کیا جب کہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تا کہ یہ دعویٰ کہ "میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح ملوں گا، جس طرح آپ نے مجھ کو چھوڑا ہے" عملی طور پر مدلل ہو جائے۔

الغرض جو کچھ کھا سکے کھایا۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کیا۔ طبری نے اس کے متعلق دو روایتیں درج کی ہیں ایک میں یہ ہے کہ آپ نے حضرت ابوذرؓ کے تمام اہل و عیال کو ساتھ لے لیا اور مکہ معظمہ میں جاکر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر دیا۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ نہیں ان لوگوں کو تسلی دلاسا دیکر آپ اُسی وقت مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس جانگاہ حادثہ کی خبر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت صدمہ ہوا اور بجائے اصلی راستہ کے آپ مدینہ کو ربذہ کی طرف سے لوٹے راستہ میں ربذہ میں اُترے اور تعزیت وغیرہ کرکے سب کو اپنی ساتھ لے کر مدینہ منورہ آ گئے۔

الغرض خواہ یہ ہو یا وہ ہو۔ اس پر دونوں روایتیں متفق ہیں کہ

ضمہ عثمان الی اهله | حضرت عثمان غنیؓ نے آپ کے بال بچوں کو اپنے بچوں کے ساتھ ملا لیا

فجزاه الله عنی وعن المسلمین خیر الجزاء هذا السفر ما اردنا حصر شوارد وقائع ابی ذر رضی الله تعالیٰ عنه وما جری به فی الجاهلیة والاسلام واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

64 گ 70 س
5443-EU-64